احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

اگست 2014ء

عوام کی بنیادی ضروریات کا اہتمام حکومت کی اولین ذمہ داری

یقین

انقلابی جدوجہد کی کامیابی کا اہم عامل

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی خصوصی تحریر

عوامی انقلاب کے بعد نیا حکومتی و عدالتی نظام
قائد انقلاب کا انقلابی پروگرام

سانحہ ماڈل ٹاؤن
پاکستان عوامی تحریک کا ملک گیر احتجاج

پاکستان عوامی تحریک کے زیراہتمام آل پارٹیز کانفرنس

MWF کے زیراہتمام شمالی وزیرستان کے متاثرین کیلئے امدادی پیکج کی فراہمی

احیائے اسلام و امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد 28 شمارہ 7 / شوال ۱۴۳۵ھ / اگست 2014ء

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

www.facebook.com/minhajulquran
www.minhaj.info mqmujallah@gmail.com

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

ایڈیٹر
محمد یوسف

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد طاہر معین

مجلس مشاورت
صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، خرم نواز گنڈاپور
شیخ زاہد فیاض، جی ایم ملک، سرفراز احمد خان
منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی
قاضی فیض الاسلام، راضیہ نوید

مجلس ادارت
علامہ محمد معراج الاسلام، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی
پروفیسر محمد نصر اللہ معینی، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری
معاون طباعت: محمد زاہد
عکاسی: محمود الاسلام قاضی

حسن ترتیب

اداریہ۔ اے خاک نشینو! اٹھ بیٹھو		4
(القرآن)۔ یقین۔ انقلابی جدوجہد کی کامیابی کا اہم عامل	ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	6
عوام کی بنیادی ضروریات۔ حکومت کی ذمہ داری	حافظ محمد سعداللہ	15
عوامی انقلاب۔ نیا حکومتی وعدالتی نظام	ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	26
اٹھ کہ بزمِ جہاں کا رنگ بدلیں	پروفیسر عون محمد سعیدی	33
حضرت فرید ملتؒ۔ ایک ہمہ جہت شخصیت		34
سانحہ ماڈل ٹاؤن کے خلاف آل پارٹیز کانفرنس	رپورٹ	41
سانحہ ماڈل ٹاؤن۔ PAT کا ملک گیر احتجاج	رپورٹ	45
خصوصی ہدایات برائے مرحلہ انقلاب		51
ضربِ عضب کے حق میں ملک گیر ریلیاں	رپورٹ	53
IDP's کی بحالی کیلئے MWF کے زیر اہتمام امدادی سرگرمیاں		54

قیمت فی شمارہ: 25 روپے
سالانہ زرتعاون: 250 روپے

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

بدل اشتراک
مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ
اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان
ترسیل زر کا پتہ
فون: UAN: 111-140-140 فیکس: 35168184

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

سلام بحضور خیر الانام ﷺ

السلام اے مطلع صبح ازل — السلام اے جانِ ہر نثرو غزل
السلام اے قلزم جودو سخا — السلام اے مصدر حمد و ثنا
السلام اے موجب ایجاب کن — السلام اے جرات آموز سخن
السلام اے ناظر اطوار خلق — السلام اے شاہد کردار خلق
السلام اے پرتو ذات جلال — السلام اے حلقہ نوروجمال
السلام اے زبدۂ کون و مکاں — السلام اے شرح اسرار و بیاں
السلام اے عقدہ اندر گلیم — السلام اے موج نور اندر حریم
السلام اے ماورائے قال و قیل — السلام اے برق بال جبرائیل
تیرے دم سے نظم دو عالم مدام — تیرے دم سے کائنات اندر خرام
تیرے دم سے بزم ہستی دلفریب — تجھ سے ہے ارکان میں صبرو شکیب
تجھ سے رخشندہ و روشن روئے آب — تجھ سے رقصاں نیل وجیہوں اور چناب
تجھ سے پروانے کے دل میں سوز وساز — تجھ سے قلب شمع میں ذوق گداز
ہاں مگر اے خواجہ گیتی نواز — درد مندان جہاں کے چارہ ساز
چاہتا ہوں آشنائے راہ کر — مجھ کو راز زیست سے آگاہ کر
مجھ کو ایسی مستی جاوید دے — جو میری آنکھوں کو تیری دید دے
میرے سینے میں تیری ہی یاد ہو — مری دنیا میں تو ہی آباد ہو
میرا ہر موئے بدن اک ساز ہو — یارسول اللہ کی آواز ہو
نفس امارہ کہے انی سقیم — منہ کے بل گر جائے شیطان الرجیم

(فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ)

اداریہ:

اے خاک نشینو! اٹھ بیٹھو

نبی آخرالزماں حضور رسالت مآب ﷺ جس آخری دین کو لے کر مبعوث ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے توسط سے قرآن جیسی آفاقی ابدی اور حتمی کتاب کی نعمت سے انسانیت کو نوازا، وہ دین محض عبادات اور خاندانی معاملات پر مبنی نہیں بلکہ اس میں انفرادی زندگی سے لے کر قومی اور بین الاقوامی معاملات بھی شامل ہیں۔ امور حکومت و ریاست صرف تعلیمات کی حد تک اسلام کا حصہ نہیں بلکہ فلاحی اسلامی ریاست کا قیام پیغمبر اسلام کی سنت عظمیٰ قرار پائی۔ اس لئے جو لوگ علماء کو سیاست اور امور ریاست سے دور رہنے کا مشورہ دیتے ہیں وہ دین کی حکمت و مصلحت سے قطعاً نابلد ہیں۔ ہاں اگر دھوکہ دہی، فریب، جھوٹ اور کرپشن کا نام سیاست رکھ لیا جائے تو یہ واقعی گندگی ہے جس سے اہل دین کو دور رہنا چاہیے۔ حضور ﷺ نے ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی۔ حکمران کے طور پر آپ نے جو انسان دوست سنہری اصول حکمرانی متعین فرمائے ان کی تاثیر اس قدر تیزی کے ساتھ اقوام عالم میں پھیلی کہ ربع صدی کے اندر اندر قیصر و کسریٰ کی فلک بوس حکومتیں، ناقابل تسخیر محلات لشکر و سپاہ سمیت زمین برد ہوگئیں۔ چنانچہ سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور حکومت میں جب تین براعظموں پر اسلامی سلطنت کا پرچم لہرا رہا تھا تو ریاست مدینہ کے قیام کو بمشکل 5 سال بھی نہیں گزرے تھے۔ افسوس کہ خلفائے راشدین کے بعد خلافت اسلامی بادشاہت کی طرف لوٹ گئی اور اسلام کا تصور ریاست و سیاست عملاً دھندلا گیا۔

جدید یورپی اقوام جس صنعتی، معاشی، سیاسی اور تعلیمی ترقی پر فخر کرتی ہیں اس میں عدل، انسانی حقوق، مساوات، احتساب اور امن و امان جیسے بنیادی تصورات اسلام کے اسی عہد زریں سے ماخوذ ہیں۔ یورپی اقوام کل تک تو اندھیروں میں بھٹکتی رہی ہیں۔ انسانی حقوق کا چارٹر تو انہوں نے بیسویں صدی کے ''جنیوا کنونشن'' سے متعارف کرایا۔ لیکن حضور ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں آج سے پندرہ صدیاں قبل وہ تمام حقوق ایک ایک کرکے گنوادیئے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ فلاحی ریاست جو ہر شخص کی ضرورت ہے اس کے بانی حضور ﷺ ہیں، کوئی یورپی حکمران یا مفکر نہیں۔ پھر حالات نے کروٹ لی تو اسلامی دنیا ترقی معکوس کی راہوں پر چل نکلی۔ افتراق و انتشار اس کے رگ و ریشے میں سما گیا۔ جس سے اتحاد پارہ پارہ ہوگیا اور اس کا اجتماعی وجود کرچی کرچی ہوکر رہ گیا۔

برصغیر کے مسلمانوں کے لئے پاکستان کا قیام اسی ضرورت کی تکمیل تھی تاکہ اس فلاحی اسلامی ریاست کے باشندے ضروریات زندگی کی تکمیل امن و عافیت میں کرتے رہیں۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا تصور پاکستان ایک خوشحال اور صاف ستھرے اسلامی معاشرے کے قیام کا تصور تھا۔ جہاں مسلمان باعزت زندگی بسر کرسکیں مگر یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ عنان حکومت ان نااہل سیاستدانوں کے ہاتھوں میں چلی گئی جو ہوس اقتدار کے رسیا تھے۔ کئی دہائیاں

گزرنے کے بعد یہاں کا پورا نظام ہی کرپٹ مافیا کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

67 سال ہوچکے ہیں. پاکستان کے حصول کے لئے قربانیاں دینے والوں کی تیسری نسل جواں ہوکر مایوسیوں کی دلدل میں اتر چکی ہے۔ الیکشن کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔ وہی لوگ چہرے بدل بدل کر اقتدار کی راہداریوں میں گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ یہ ایک مخصوص کلاس بن چکی ہے جو الیکشن کمیشن سے لے کر عدلیہ, انتظامیہ اور مقنّنہ پر اپنے گماشتے مسلط کرتی ہے۔ رہے عوام تو وہ دن بدن محرومی کی کھائیوں میں گرتے چلے جارہے ہیں. یہاں بنیادی ضرورتوں کی تکمیل ایک خواب بن چکی ہے۔صحت، تعلیم اور انصاف بھی مہنگے داموں فروخت ہوتا ہے۔ مذہب کے نام پر فساد اور خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ 5 سال کے بعد حکومت کا ٹائیٹل بدلتا ہے مگر وزیر اور مشیر وہی ہوتے ہیں۔ تھانے کچہریاں اور منڈیاں انہی کے دست نگر ہیں۔ کھیت کھلیان اور صنعت وتجارت بھی انہی کالی بھیڑوں کے کارندوں کے قبضے میں ہے۔

یہ وہ مہلک صورت حال تھی جس سے نمٹنے کے لئے شیخ الاسلام نے کئی عشرے قبل اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ اس تاریک دور کو ختم کر کے مصطفوی انقلاب کا سویرا طلوع کریں گے۔تحریک منہاج القرآن 34 سال سے اسی مثبت جمہوری اور آئینی تبدیلی کے لئے بیداری شعور میں مصروف ہے۔ قائد تحریک ڈاکٹر محمد طاہرالقادری حالات و واقعات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے انقلاب کی کال دینے کا عزم کرچکے ہیں۔حکومت اپنے تمام ترہتھکنڈے بروئے کار لائے گی۔ قربانیوں کا آغاز واقعہ ماڈل ٹاؤن سے ہوچکا ہے۔

حکومت پنجاب نے فرعونی اور یزیدی کردار کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے 14 پرامن خواتین وحضرات کو لقمہ اجل بنادیا ہے۔ تبدیلی اس ملک وقوم کا مقدر ہے۔ مگر یہ تبدیلی اتنی آسانی سے ممکن نہیں۔ درندوں کے منہ سے اپنے حقوق چھیننے کے لئے ان کے جبڑے آہنی عزم سے توڑنے پڑیں گے۔ خط غربت سے نیچے صاف پانی اور مناسب خوراک کو ترستی ہوئی 18 کروڑ عوام کو اب مصلحت کی چادر پھینک کر باہر آنا ہوگا۔ اس ملک کو 5 فیصد اشرافیہ کے قبضے سے چھڑانے کے لئے ان کی بے دام غلامی اور نوکری کی دیواروں کو توڑنے کے لئے اور اپنی نسلوں کو عزت، غیرت اور امن و عافیت کے ساتھ جینے کا حق دلانے کے لئے۔۔۔ آج کی غفلت آنے والے دنوں میں مزید مشقت بن جائے گی۔ ان چوروں، لٹیروں، رسہ گیروں اور فرعون صفت حکمران اشرافیہ کے خلاف قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی سربراہی میں تاریخ ساز فیصلہ کرنے کے لئے باہر نکل آئیں۔

اے خاک نشینو اٹھ بیٹھو وہ وقت قریب آپہنچا ہے
جب تخت گرائے جائیں گے جب تاج اچھالے جائیں گے

القرآن

یقین

انقلابی جدوجہد کی کامیابی کا اہم عامل

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

مرتب: محمد یوسف منہاجین

ارشاد ربانی ہے:

اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ. اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (لقمان: ۴، ۵)

’’جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں‘‘۔

فلاح یاب لوگ کون ہیں؟ اور وہ کون سا کردار اور خصائص ہیں جن کو اختیار کرنے سے دنیا و آخرت کی فلاح انسانیت کا مقدر بن سکتی ہے۔

قرآن حکیم کی روشنی میں فلاح نہ صرف احکام الٰہی کی پابندی کے ساتھ مشروط ہے بلکہ تعلیمات قرآنی اس امر کی متقاضی ہیں کہ اہل حق جہاں خود ہدایت پر کاربند ہوں وہاں وہ اس طرز حیات کو ایک تحریک میں بدلنے اور پورے معاشرے میں اسے جاری و ساری کرنے کے لئے بھی آمادہ کار رہیں کہ یہی راہ فلاح ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (آل عمران: ۱۰۴)

’’اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور وہی لوگ بامراد ہیں‘‘۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ. (العصر: ۳)

’’سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور (معاشرے میں) ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور (تبلیغِ حق کے نتیجے میں پیش آمدہ مصائب و آلام میں) باہم صبر کی تاکید کرتے رہے‘‘۔

ان اوصاف کے حامل اہل ایمان کو قرآن حکیم حزب اللہ کہتا ہے، فلاح ابدی انہی کا مقدر ہے۔ ارشاد فرمایا:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (المجادلۃ: ۲۲)

’’اللہ اُن سے راضی ہوگیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بے شک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے‘‘۔

کامیابی کی ضمانت کیا ہے؟

قرآن حکیم نے جہاں اہل حق کی فلاح یابی کی شرائط اور تقاضوں کو بیان کیا وہاں اس بات کی واضح ضمانت

☆ ’’فلسفہ انقلاب‘‘ سے ماخوذ

بھی دی کہ اگر اہل حق ان اوصاف کو عملاً اختیار کریں گے تو اللہ کی طرف سے مدد اور نصرت ان کے شامل حال ہوگی اور غلبہ، تمکنت اور ابدی فلاح ان کا مقدر بنے گی۔

وَمَن يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُونَ. (المائدة: ۵۶)

’’اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا تو (وہی اللہ کی جماعت ہے اور) اللہ کی جماعت (کے لوگ) ہی غالب ہونے والے ہیں‘‘۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ.

’’اللہ نے لکھ دیا ہے کہ یقیناً میں اور میرے رسول ضرور غالب ہوکر رہیں گے، بے شک اللہ بڑی قوت والا بڑے غلبہ والا ہے‘‘۔ (المجادلۃ:۲۱)

اور یہ کہ ہمیشہ اسی اصول پر عمل ہوتا رہا:

وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ. اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ. وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ.

’’اور بے شک ہمارا فرمان ہمارے بھیجے ہوئے بندوں (یعنی رسولوں) کے حق میں پہلے صادر ہوچکا ہے۔ کہ بے شک وہی مدد یافتہ لوگ ہیں۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب ہونے والا ہے‘‘۔ (الصافات:۱۷۱۔۱۷۳)

اور اسی سنت الٰہی کو یعنی انبیاءؑ و رسلؑ کی مدد اور انہیں غلبہ عطا کرنے کی سنت کو ان کے متبعین یعنی اہل ایمان کے لئے بھی جاری رکھا گیا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ. (الروم:۴۷)

’’اور درحقیقت ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے پھر ہم نے (تکذیب کرنے والے) مجرموں سے بدلہ لے لیا، اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمۂ کرم پر تھا (اور ہے)‘‘۔

اور یہی بشارت امت محمدی ﷺ کو سنائی گئی:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. (آل عمران: ۱۳۹)

’’اور تم ہمت نہ ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب آؤ گے اگر تم (کامل) ایمان رکھتے ہو‘‘۔

عبوری حکمت عملی

زندگی کی نوعیت اپنی اصل کے اعتبار سے امکاناتی اور احتمالی ہے۔ یعنی زندگی کبھی بھی لگے بندھے اصولوں اور ضوابط کی ہی پابند نہیں رہتی بلکہ بسا اوقات ایسے حالات بھی حیطہ ظہور میں آتے ہیں جن سے عہدہ بر آہونے کے لئے وقتی اور ہنگامی لائحہ عمل اختیار کرنا پڑتا ہے۔ انقلابی جدوجہد کرنے والی جماعت کو نوعیت کی عبوری حکمت عملی تشکیل دینے اور دوران جدوجہد ہر نوع کے پیش آمدہ حالات اور واقعات سے عہدہ بر آہونے کی صلاحیت کا حامل ہونا چاہئے۔ سیرت نبوی ﷺ اس حوالے سے جامع رہنمائی عطا کرتی ہے۔ اہل اسلام کے لئے حکم جہاد موجود ہونے کے باوجود صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے کفار سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا اور اس طرح نفوذ وفروغ اسلام کے نئے امکانات کے باب وا کرلئے۔

عبوری حکمت عملی پر نظر رکھنے سے جہاں انقلابی قیادت ہنگامی حالات سے کماحقہ عہدہ برآ ہوسکتی ہے وہاں انقلابی جماعت کے کارکن و وابستگان بھی وسعت نظر وعمل کے حامل بنتے ہیں کہ وہ قیادت کے ایسے فیصلوں کو اساسی فکر سے انحراف (Deviation) قرار نہیں دیتے بلکہ سوئے منزل بڑھنے کی ایک راہ گردانتے ہیں۔

ردعمل اور جوابی حکمت عملی

انقلابی جدوجہد کے دوران انقلابی تحریک کو پیش

آنے والے ممکنہ ردعمل کا تعین کا ایک اہم عنصر ہے۔ انقلابی تحریک کو اپنے جدوجہد کے سفر کے دوران تین طرح کے ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کسی انقلابی جدوجہد کی کامیابی کی ضمانت ان عوامل کے ردعمل کی مؤثر مزاحمت میں ہے۔

انقلابی جدوجہد کے دوران تین ردعمل سامنے آتے ہیں:

۱۔ موافق ۲۔ مخالف ۳۔ مفاد پرست

جدید اصطلاحی زبان میں ہم انہیں یوں عنوان دے سکتے ہیں:

۱۔ انقلابی ۲۔ رجعت پسند ۳۔ مصلحت کش

۱۔ موافقین کا ردعمل

فکر انقلاب کی دعوت پر موافقین اور انقلابیوں کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ وہ مومنانہ کردار ادا کرتے ہوئے اس دعوت پر لبیک کہتے ہیں اور انقلابی جدوجہد میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ وہ قیادت کے دست و بازو بنتے ہیں اور مشن کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ وہ انقلابی جدوجہد کے ذریعے باطل، فرسودہ اور سامراجی و استحصالی نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر مبنی برحق، جاندار اور عادلانہ نظام حیات نافذ کرنے کے لئے عملاً کاوش کرتے نظر آتے ہیں۔

۲۔ مخالفین و رجعت پسندوں کا ردعمل

انقلاب کے لئے دوسرا ممکنہ ردعمل مخالفین کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ وہ رجعت پسند لوگ ہوتے ہیں جن کے مفادات پر انقلاب کے ذریعے براہ راست زد پڑتی ہے۔ جن کی اجارہ داریوں کو دھچکا لگتا ہے۔ جن کے کبرو رعونت کے بت پاش پاش ہونے ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے مفاد بکھرتے اور ریزہ ریزہ ہوتے نظر آتے ہیں۔ لہذا وہ کافرانہ کردار ادا کرتے ہوئے مخالف و مزاحم ہوتے ہیں۔ مشن اور دعوت انقلاب جتنی مبنی برحق ہوگی اس کی مخالفت اتنی ہی شدت سے ہوگی کیونکہ حق میں نکھار مخالفت کی وجہ سے آتا ہے بقول اقبالؒ

نہال ترک زبرق فرنگ بار آورد
ظہور مصطفوی ﷺ را بہانہ بولہبی است

اگر دعوت انقلاب پر مخالفانہ ردعمل نہ ہو تو اس فکر انقلاب میں خالصیت اور باطل نظام کو تبدیل کرنے کی قطعاً کوئی صلاحیت نہیں ہوتی اور نہ وہ باطل اور طاغوتی طاقتوں کے لئے کوئی واضح چیلنج بن کر سامنے آتی ہے۔

مخالفین و رجعت پسندوں کے کردار کا تعین قرآن حکیم کی روشنی میں یوں کیا جاسکتا ہے:

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ.

’’آپ انہیں یقیناً سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس میں مبتلا پائیں گے اور (یہاں تک کہ) مشرکوں سے بھی زیادہ، ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس کی عمر مل جائے‘‘۔ (البقرہ:۹۶)

انقلابی جدوجہد کے مخالفین کے نزدیک اصل زندگی دنیاوی زندگی ہے۔ وہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتے ہیں۔ اہل ایمان کی بھلائی اور ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ وہ انہیں ہر خیر حتی کہ دولت ایمان تک سے محروم کردینا چاہتے ہیں۔ وہ دعوت حق پر تعقل اور استدلال کی بنیاد پر غور نہیں کرتے بلکہ ہٹ دھرمی اور انانیت کی روش پر گامزن ہونے کی وجہ سے تعصب کی بنیاد پر اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ ہمہ وقت اہل ایمان کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں۔ تاکہ وہ انہیں ان کے ایمانی، دینی اور ملی تشخص سے محروم کردیں اور اپنے کافرانہ تہذیبی، سماجی اور ثقافتی رنگ میں رنگ لیں۔

۳۔ منافقین و مصلحت پسندوں کا ردعمل

انقلاب کے لئے تیسرا اور آخری ردعمل ایسے مفاد پرست طبقے کی طرف سے ہوتا ہے جو نہایت خطرناک

اور تاریخ میں گھناؤنا کردار سرانجام دینے والا ہے۔ یہ طبقہ منافقین اور مصلحت پسندوں کا طبقہ ہے۔ یہ منافقین سے مل کر انہیں اپنی حمایت کا بھرپور یقین دلاتے اور مفادات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جونہی مخالفین کی صفوں میں قدم رکھتے ہیں، انہی کے ہوجاتے ہیں اور مفادات کے حصول کی خاطر ''صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں'' کا نمونہ بنے رہتے ہیں۔

جونہی تحریک انقلاب کو استحکام ملتا ہے اور وہ روز افزوں ہوتی ہوئی ترقی کے زینے طے کرتی جاتی ہے، مذکورہ تینوں قسم کے ردعمل ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ تحریک کی تیزی، گہرائی اور ترقی کے ساتھ ساتھ یہ ردعمل بھی تیز تر، گہرے اور ترقی حاصل کرتے چلے جاتے ہیں۔

قرآن حکیم کی روشنی میں منافقین کی علامات درج ذیل ہیں:

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ.

''یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ (باتیں) کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں''۔ (الفتح:11)

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا. (آل عمران: 120)

''اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے، اور تمہیں کوئی رنج پہنچے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں''۔

نتیجہ خیزی کے مطلوبہ تقاضے

انقلابی جدوجہد کی نتیجہ خیزی کے لئے مطلوبہ تقاضے دو طرح کے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

وَالْعَصْرِ. اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ. اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ. (العصر: 1۔3)

''زمانہ کی قسم (جس کی گردش انسانی حالات پر گواہ ہے)۔ بے شک انسان خسارے میں ہے (کہ وہ عمرِ عزیز گنوا رہا ہے)۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور (معاشرے میں) ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور (تبلیغِ حق کے نتیجے میں پیش آمدہ مصائب و آلام میں) باہم صبر کی تاکید کرتے رہے''۔

ان آیات مبارکہ سے یہ واضح ہے کہ زمانہ کے ابدی نقصان سے مستثنیٰ وہی قوم ہوگی جو درج ذیل دو تقاضے پورے کرے گی:

1۔ ایمان و یقین　　　2۔ عمل صالح

ایمان و یقین

یقین، جدوجہد برپا کرنے اور اس میں استقامت کے لئے نتیجہ خیزی سے پہلے ضروری ہے۔ کامیابی (مشاہدہ) کے لئے جدوجہد (مجاہدہ) ضروری ہے اور موثر جدوجہد بغیر یقین کے نہ ہوسکے گی۔ یعنی جدوجہد سے پہلے جب تک جدوجہد کرنے والے کو اپنی کامیابی کا یقین نہ ہوگا وہ اس راہ پر کوئی موثر قدم نہ اٹھاسکے گا اور پھر یہی یقین اسے راہ جدوجہد میں استقامت و پامردی اور استحکام دے گا جو حصول منزل کی ضمانت بنے گا۔

قرآن حکیم نے متفرق مقامات پر یقین کے اس عملی پہلو کو بیان کیا ہے:

1۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونی مظالم سے بچانے کے لئے آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے دل میں رب ذوالجلال نے القاء فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو حوالۂ دریا کردو۔ یہ ایک مشکل امر تھا مگر وعدۂ الٰہی پر یقین نے انہیں یہ مشکل کام انجام دینے کا حوصلہ دیا۔ وعدۂ الٰہی پر یقین کا ثمر کیا ہوا، ارشاد ربانی ہے:

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ.

''پس ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (یوں) ان کی والدہ کے پاس لوٹا دیا تاکہ ان کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ

رنجیدہ نہ ہوں اور تاکہ وہ (یقین سے) جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔ (القصص:۱۳)

یعنی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو وعدہ الٰہی کی حقانیت کا مشاہدہ مل گیا مگر اس سے قبل انہوں نے وعدۂ الٰہی پر یقین کرتے ہوئے اپنے لاڈلے نومولود معصوم بیٹے موسیٰ علیہ السلام کو حوالۂ دریا کیا تھا۔ گویا بظاہر نذرِ ہلاکت کردیا۔

۲۔ ایمان و یقین کی دوسری مثال بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے طرزِ عمل سے پیش کرتے ہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام حکم ربانی کے تحت اپنی قوم کو لے کر روانہ ہوئے تو فرعونی لشکر بھی ان کے تعاقب میں آگئے۔ جب دریائے نیل کے کنارے پہنچے تو بنی اسرائیل آگے دریا اور پیچھے فرعونی لشکروں کو دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ انہیں اپنی موت سامنے نظر آنے لگی اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے:

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ. (الشعراء: ٦١)

''پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں (تو) موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھیوں نے کہا: (اب) ہم ضرور پکڑے گئے''۔

مگر ان دگرگوں اور ہلاکت خیز حالات میں بھی جو جواب اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام نے دیا وہ پیغمبرانہ یقین کا حامل جواب تھا:

قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ.

''(موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا: ہرگز نہیں بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ابھی مجھے راہِ (نجات) دکھا دے گا''۔ (الشعراء:۶۲)

یقین سے مملو اس جواب کے ساتھ ہی وحی ربانی آئی:

فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ.

''پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی کہ اپنا عصا دریا پر مارو پس دریا (بارہ حصوں میں) پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا زبردست پہاڑ کی مانند ہوگیا''۔ (الشعراء:۶۳)

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ یقین کی نتیجہ خیزی غلبہ حق کی شکل میں سامنے آئے گی اور غلبہ حق کو قرآن اسی دنیا میں غلبے سے تعبیر کرتا ہے ارشاد ربانی ہے:

وَقَدْ اَفْلَحَ الْیَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰی.

''اور آج کے دن وہی کامیاب رہے گا جو غالب آجائے گا''۔ (طٰہٰ:۶۴)

یہ آیۃ مبارکہ انتم الاعلون کی وضاحت بھی بیان کررہی ہے۔ گویا یقین نہ صرف اہل حق کی جدوجہد کے لئے شرط اولین ہے بلکہ نتیجہ خیزی کا ضامن بھی۔

یقین سے نتیجہ خیزی کس طرح آئے گی؟

جب اہل حق اس دولت یقین سے بہرہ ور ہوکر کہ ان کی نصرت کا وعدہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کے الفاظ کے ذریعے اللہ کرچکا اور یہ ارادہ الٰہی ہے کہ انہیں مدد و نصرت و غلبہ سے نوازا جائے گا کیونکہ اس کا ارشاد ہے کہ

وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ.

''اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ایسے لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں (حقوق اور آزادی سے محرومی اور ظلم و استحصال کے باعث) کمزور کردیے گئے تھے اور انہیں (مظلوم قوم کے) رہبر و پیشوا بنا دیں اور انہیں (ملکی تخت کا) وارث بنا دیں''۔ (القصص:۵)

تب وہ راہ حق کے مسافر بنیں گے اور عمل صالح کو اپنا وطیرہ بنائیں گے اپنی انقلابی جدوجہد پر انہیں غیر متزلزل یقین ہوگا تو فلاح ضرور ان کا مقدر بنے گی۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ. (الروم: ٦٠)

''پس آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ سچا

ہے، جو لوگ یقین نہیں رکھتے کہیں تم کو (تمہارے عزم سے) نہ ہلا دیں‘‘۔

حصول نتائج وعدۂ الٰہی پر یقین کی پختگی کا متقاضی ہے۔ قرآن حکیم اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ وعدہ الٰہی کی حقانیت اور ہدایت ربانی کی نتیجہ خیزی پر اہل حق کو اتنا ہی یقین ہو جو یقین انہیں اپنے معمولات حیات کے حقائق پر حاصل ہے۔ یعنی ان کے لئے دیکھے اور ان دیکھے حقائق میں مرتبہ یقین کے اعتبار سے کوئی فرق نہ ہو۔ یقین، ان دیکھی منزلوں کو حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کا محرک ہے۔

انقلاب کا قرآنی تصور

یہ امر ذہن نشین رہے کہ صرف دعوت و تربیت کسی تبدیلی کا باعث نہیں ہوسکتے۔ جب معاشرے میں حق اور نیکی کے پیچھے صرف وعظ کی قوت ہو تو وہ حق صرف مسجد و خانقاہ میں ہی رہے گا اور باقی ساری زندگی پر شر کی حکمرانی رہے گی۔ ایسے معاشرے میں حق کا دور دورہ ناممکن ہے۔ ایسا معاشرہ اخلاق حسنہ اور نیکی کا مرقع نہیں بن سکتا۔ دعوت کے عمل کے ساتھ ساتھ ایسی انقلابی جدوجہد ناگزیر ہوتی ہے جو سیاسی قوت حاصل کرکے باطل اور طاغوتی نظام کے فروغ کا باعث بننے والوں سے مسند اقتدار چھین کر غلبۂ حق کو ممکن بنائے۔

سیرت نبوی ﷺ سے اس طریق کی تائید ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک مدت تک دعوت کا کام کیا اور اپنی قوم کے سامنے اپنے ماضی اور کردار کو ہی دلیل کے طور پر رکھا۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ.

’’بے شک میں اس (قرآن کے اترنے) سے قبل (بھی) تمہارے اندر عمر (کا ایک حصہ) بسر کر چکا ہوں، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے‘‘۔ (یونس: ۱۶)

مگر ایک مخصوص وقت کے بعد **لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ** (۳۳:۹) پر عمل کا آغاز فرمایا۔ سیرت نبوی ﷺ سے اس امر کی تائید ملتی ہے کہ جب تک اقتدار اہل حق کے ہاتھوں میں نہ ہوگا وعظ وعظ ہی رہے گا، معاشرے کا عملی ضابطہ نہ بن سکے گا۔

باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
کیا حسین فریب ہے کہ کھائے ہوئے ہیں ہم

حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے بھی اس فکر کی تائید اور اس کے مخالف فکر کی تردید مختلف مقامات پر کی ہے:

ملا کو جو ہند میں ہے سجدے کی اجازت
نادان یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد
ہے مملکت ہند میں عجب طرفہ تماشا
اسلام محبوس ہے اور مسلماں ہے آزاد

انقلابی جدوجہد کا قرآنی تصور یہ ہے کہ آغاز دعوت حق سے کیا جائے جس کے نتیجے میں سیاسی انقلاب بپا ہونے کی راہ ہموار ہو اور جب قوت نافذہ اہل حق کے پاس آئے گی تو پھر معاشرتی، معاشی اور اقتصادی ڈھانچے بدلے جائیں گے اور معاشرے کی ہر ہر نہج کو ضابطہ حق کے مطابق ڈھالا جائے گا۔

قرآن پاک کے متعدد مقامات اس تصور کی تائید کرتے ہیں:

1. **وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا.** (النور: ۵۵)

’’اللہ نے ایسے لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے (جس کا ایفا اور تعمیل اُمت پر لازم ہے) جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ ضرور انہی کو زمین میں خلافت (یعنی اَمانتِ اِقتدار کا حق) عطا فرمائے گا جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو (حقِ) حکومت بخشا تھا جو ان

سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے (غلبہ و اقتدار کے ذریعہ) مضبوط و مستحکم فرما دے گا اور وہ ضرور (اس تمکّن کے باعث) ان کے پچھلے خوف کو (جو ان کی سیاسی، معاشی اور سماجی کمزوری کی وجہ سے تھا) ان کے لیے امن و حفاظت کی حالت سے بدل دے گا‘‘۔

اس آیت مبارکہ میں درج ذیل نکات بیان ہوئے ہیں:

i۔ اہل حق کو غلبہ اور اقتدار کی خوشخبری دی گئی۔

ii۔ اقتدار اور غلبہ کی خوشخبری کے ساتھ ہی تمکن دینی کا بیان ہوا کہ اہل حق کا اقتدار دراصل الوہی ضابطوں اور دین کے تمکن کا اقتدار ہے۔

iii۔ اہل حق کو خوف کی بجائے امن کی بشارت دی گئی۔

2. وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. (الانفال:۲۶)

’’اور (وہ وقت یاد کرو) جب تم (مکی زندگی میں عدداً) تھوڑے (یعنی اقلیّت میں) تھے ملک میں دبے ہوئے تھے (یعنی معاشی طور پر کمزور اور استحصال زدہ تھے) تم اس بات سے (بھی) خوفزدہ رہتے تھے کہ (طاقتور) لوگ تمہیں اچک لیں گے (یعنی سماجی طور پر بھی تمہیں آزادی اور تحفظ حاصل نہ تھا) پس (ہجرت مدینہ کے بعد) اس (اللہ) نے تمہیں (آزاد اور محفوظ) ٹھکانا عطا فرما دیا اور (اسلامی حکومت و اقتدار کی صورت میں) تمہیں اپنی مدد سے قوت بخش دی اور (مواخات، اموالِ غنیمت اور آزاد معیشت کے ذریعے) تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی عطا فرما دی تاکہ تم اللہ کی بھرپور بندگی کے ذریعے اسکا) شکر بجا لاسکو‘‘۔

اس آیت مبارکہ میں رب ذوالجلال نے تین بنیادی قومی مسائل و ابتلاؤں کا تذکرہ فرمایا:

i۔ افرادی قلت یا سیاسی کمزوری

(Lack of Political Sovereignty)

ii۔ معاشی کمزوری

(Economic Dead-lock)

iii۔ سماجی عدم تحفظ (Social Insecurity)

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ان تینوں مشکلات سے نکال کر تین نعمتوں سے بہرہ ور فرمایا:

i۔ سیاسی استحکام (Political Stability)

ii۔ سماجی وعسکری استحکام

(Social Stability/Military Power)

iii۔ معاشی استحکام

(Economic Stability)

اس کے بعد فرمایا **لعلکم تشکرون** کہ اب پورا معاشرہ صاحب شکر معاشرہ یعنی اطاعت الٰہی بجا لانے والا معاشرہ بن جائے۔

3۔ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ. (یونس:۸۳)

پس موسیٰ (علیہ السلام) پر ان کی قوم کے چند جوانوں کے سوا (کوئی) ایمان نہ لایا، فرعون اور اپنے (قومی) سرداروں (وڈیروں) سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ انہیں (کسی) مصیبت میں مبتلا نہ کر دیں، اور بے شک فرعون سرزمینِ (مصر) میں بڑا جابر و سرکش تھا اور وہ یقیناً (ظلم میں) حد سے بڑھ جانے والوں میں سے تھا‘‘۔

اس آیت مبارکہ میں درج ذیل نکات بیان کئے گئے:

i۔ جب اقتدار باطل اور طاغوتی ہاتھوں میں ہو تو دعوت حق کا کام بھی کماحقہ انجام نہیں دیا جاسکتا اور دعوت حق کو وہ قبول عام نہیں ملتا کہ دعوت حق کے اقتضاء کو رائج الوقت قانون و ضابطے میں بدل دیا جائے کیونکہ اقتدار پر متمکن طاغوتی طاقتیں اہل حق کو آزمائش میں ڈال دیتی ہیں اور ان کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتی ہیں۔

ii۔ فرعون کی خودسری اور اقتدار کے نشے کو بھی مذمت کے انداز میں قرآن حکیم بیان کررہا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ رضائے الٰہی ہے کہ باطل اور طاغوتی پنجوں سے اقتدار چھین کر اہل حق کو سونپا جائے تا کہ معاشرہ صالح اور صحت مند اقدار و روایات کا امین بن سکے جو غلبہ دین حق کے بغیر ناممکن ہے۔

4. قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ. (یوسف:۵۵)

’’یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا: (اگر تم نے واقعی مجھ سے کوئی خاص کام لینا ہے تو) مجھے سرزمینِ (مصر) کے خزانوں پر (وزیر اور امین) مقرر کر دو، بے شک میں (ان کی) خوب حفاظت کرنے والا (اور اقتصادی امور کا) خوب جاننے والا ہوں‘‘۔

اس آیت مبارکہ میں بھی بیان کیا جارہا ہے کہ

i۔ جب بادشاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو طلب کیا اور انہیں کوئی ذمہ داری دینا چاہی تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ انہیں خزائن الارض کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری دے دی جائے کیونکہ یہی وہ شعبہ مملکت ہے جو سب سے زیادہ دیانتداری اور اہلیت کا متقاضی ہے اور مملکت کے بقیہ سارے کاروبار اس کے خزانہ کی صحت پر ہی منحصر ہوتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے خود اسے طلب فرمایا کہ اس میں خلق خدا اور مملکت کی بھلائی کارفرما تھی۔

ii۔ **انی حفیظ علیم** کے الفاظ بیان کرکے قرآن حکیم نے اس امر کی طرف اشارہ کردیا کہ انقلابی جدوجہد کرنے والے اور اس کے نتیجے میں اقتدار پر متمکن ہونے والے انقلابیوں کو حفیظ یعنی دیانتداری (Honesty) اور علیم یعنی اہلیت (Competency) کی صفات سے بہرہ ور ہونا چاہئے۔

5. اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللهِ کَثِیْرًا وَلَیَنْصُرَنَّ اللهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ. اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ. (الحج: ۴۰. ۴۱)

’’(یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے (یعنی انہوں نے باطل کی فرمانروائی تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا)، اور اگر اللہ انسانی طبقات میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ (جہاد و انقلابی جدو جہد کی صورت میں) ہٹاتا نہ رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں (یعنی تمام ادیان کے مذہبی مراکز اور عبادت گاہیں) مسمار اور ویران کر دی جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے، اور جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے یقیناً اللہ اس کی مدد فرماتا ہے۔ بے شک اللہ ضرور (بڑی) قوت والا (سب پر) غالب ہے (گویا حق اور باطل کے تضاد و تصادم کے انقلابی عمل سے ہی حق کی بقا ممکن ہے)۔ (یہ اہلِ حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے‘‘۔

ان آیات مبارکہ میں درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

i۔ دعوت حق کا راستہ آزمائشوں، ابتلاؤں اور تکالیف کا راستہ ہے۔ کلمہ حق بلند کرتے ہی (اخرجوا من دیارھم) مشکلات و مصائب کا آغاز ہوجاتا ہے۔

ii۔ اہل حق اور اہل باطل کا باہم مقابلہ و تصادم خود مشیت الٰہی ہے کہ اسی میں اہل حق کی بقاء ہے۔ اگر اہل حق

اور اہل باطل کا تصادم نہ کروایا جاتا اور اہل باطل کی اس طرح بیخ کنی نہ کی جاتی تو وہ اہل حق کے آثار تک مٹا دیتے۔

iii۔ نصرت الٰہی انہی کا مقدر بنتی ہے جو سربکف ہوکر اللہ کے دین کی تائید وحمایت کے لئے میدان میں اتر پڑتے ہیں۔

iv۔ جب اقتدار اہل حق کو مل جائے تو وہ اقامت صلوٰۃ (حقوق اللہ کی ادائیگی کا نظام) اور ایتائے زکوٰۃ (حقوق العباد کی ادائیگی کا نظام) اور معروف کے فروغ اور منکر کے استیصال کے لئے سراپا عمل بن کر معاشرے کو حقیقی اسلامی اور مصطفوی معاشرے میں بدل دیتے ہیں۔

6. وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا. (الاسراء: ۸۰)

''اور آپ (اپنے رب کے حضور یہ) عرض کرتے رہیں: اے میرے رب! مجھے سچائی (و خوش نودی) کے ساتھ داخل فرما (جہاں بھی داخل فرمانا ہو) اور مجھے سچائی (وخوش نودی) کے ساتھ باہر لے آ (جہاں سے بھی لانا ہو) اور مجھے اپنی جانب سے مدد گار غلبہ و قوت عطا فرمادے''۔

اس آیت مبارکہ میں بھی آقائے دو جہاں ﷺ کو فرمایا جارہا ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں داخل ہوکر ایک مستحکم، مضبوط اور تائید الٰہی کی حامل اسلامی حکومت کے لئے دعا فرمائیں۔ یہ دعا آپ ﷺ کو تعلیم فرماکر رب کائنات نے اپنی مشیت کا اظہار بھی فرمادیا کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا. (الاسراء: ۸۱)

''اور فرما دیجیے: حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا، بے شک باطل نے زائل و نابود ہی ہو جانا ہے''۔

7. لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ. (الحدید: ۲۵)

''بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب اور میزانِ عدل نازل فرمائی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوسکیں، اور ہم نے (معدنیات میں سے) لوہا مہیّا کیا اس میں (آلاتِ حرب و دفاع کے لیے) سخت قوّت اور لوگوں کے لیے (صنعت سازی کے کئی دیگر) فوائد ہیں اور (یہ اس لیے کیا) تاکہ اللہ ظاہر کر دے کہ کون اُس کی اور اُس کے رسولوں کی (یعنی دینِ اسلام کی) بِن دیکھے مدد کرتا ہے، بے شک اللہ (خود ہی) بڑی قوت والا بڑے غلبہ والا ہے''۔

اس آیت مبارکہ میں بھی اسی فکر کو بیان کیا گیا ہے:

i۔ تمام انبیاء کو صرف معجزات، دلائل اور کتاب کے ساتھ ہی نہیں مبعوث کیا گیا بلکہ انہیں میزان بھی عطا کی گئی۔ مقصود اس کا عملاً لوگوں کو انصاف پر قائم کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ انصاف کا قیام صرف وعظ وتبلیغ سے ممکن نہیں جب تک انصاف کا پرچار کرنے والوں کے پاس قوت نافذہ نہ ہو۔

ii۔ اس کے ساتھ حدید کو اتارا گیا۔ حدید سے مراد قوت واقتدار ہے کہ یہ منافع کا حامل بھی ہے کہ تنفیذ کا موثر ذریعہ ہے اور اس میں سخت آزمائش بھی ہے کہ بہت لوگ اس کی وجہ سے ہلاکت سے دوچار ہوں گے۔ اس طرح یہ حقیقت الم نشرح ہوجاتی ہے کہ کتاب اور میزان کی تنفیذ تبھی ممکن ہوگی جب انہیں حدید کی تائید حاصل ہوگی بقول اقبالؒ

''عصا نہ ہوتو کلیمی ہے کار بے بنیاد''

عوام کی بنیادی ضروریات کا اہتمام

حکومت کی اولین ذمہ داری

حافظ محمد سعد اللہ

نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں کی ضروریات کا اہتمام کس طرح کیا جاتا تھا؟ اس کی تفصیلات میں جانے سے قبل مناسب ہے کہ اختصار کے ساتھ یہ بھی معلوم کرلیا جائے کہ شرعا بنیادی ضروریات کیا ہیں؟ ان کی مقدار کیا ہے؟ شریعت محمدیہ میں ان کی کتنی اہمیت ہے اور اس معاملے میں حکومت کی ذمہ داری کیا ہے؟ تو معلوم ہونا چاہئے کہ انسان کی بنیادی اور واقعی ضروریات زندگی یا فقہاء کی زبان میں حوائج اصلیہ جن کے بغیر آدمی کا زیادہ دیر زندہ رہنا عام حالات میں مشکل ہوتا ہے۔ بالعموم چار چیزیں شمار کی جاتی ہیں اور وہ ہیں روٹی، پانی، لباس اور مکان۔

انہی کے ذیل میں چند اور متعلقہ چیزیں بھی فقہاء کے نزدیک حوائج اصلیہ میں داخل ہیں۔ مثلاً علاج معالجہ طبیب کا معاوضہ، دوا کی قیمت۔ بیمار کے لئے خادم، کھانے پینے کے برتن، چولہا، گیس، ایندھن، جوتے، سردی اور گرمی میں کپڑوں کا جوڑا، سالن پکانے کی متعلقہ اشیاء، گھر کا ضروری سامان، چارپائیاں، موسم کے مطابق ستر وغیرہ۔ کام کاج کے لئے خادم، سواری، کاریگروں کے لئے اس فن کے آلات، روشنی کے لئے دیا، علماء کے مطالعہ کے لئے کتابیں وغیرہ۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ ایک انسان کے لئے بنیادی ضروریات زندگی کی کتنی مقدار درکار ہوتی ہے؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ بنیادی ضروریات زندگی یعنی کھانا پینا کپڑا اور مکان وغیرہ کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کسی متعین مقدار اور نوعیت پر کوئی نص نظر نہیں آتی۔ تاہم قرآن مجید نے بیویوں کے نفقہ اور دیگر احکام میں ''بالمعروف'' کا جامع لفظ استعمال کیا ہے۔ (سورہ البقرہ:۲۳۳) یعنی اس نفقہ (روزینہ یا خرچہ) کی جزئیات وتفصیلات علاقہ، برادری یا لوگوں کے عام شریفانہ عرف اور دستور کے مطابق طے کی جائیں گی جو کسی قاعدہ شرعی کے خلاف نہ ہوں۔

ایک حدیث سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ ضروریات حالات کی مناسبت سے اتنی مقدار میں لازم ہیں جتنی ایک آدمی کو بقدر ضرورت کافی ہو۔ جس میں نہ افراط ہو نہ تفریط، چنانچہ حضرت ابوسفیان بن حربؓ کی بیوی حضرت ہندہ نے ایک مرتبہ بارگاہ نبوی ﷺ میں جب یہ شکایت کی کہ ان کا خاوند کنجوس آدمی ہے، وہ کھانے کو اتنا نہیں دیتا جو مجھے اور بچوں کے لئے کافی ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا:

خذی من مال ابی سفیان ما یکفیک وولدک بالمعروف.

(القرطبی، الجامع الاحکام القرآن:۱۸:۱۷۱)

''تو ابوسفیان کے مال سے اتنا لے لیا کرو جو تجھے

اور تیرے بچوں کے لئے دستور کے مطابق کفایت کرجائے‘‘۔

الغرض ضروریات میں اصولی چیز احتیاج کا لحاظ رکھنا ہے۔ جس آدمی کی جتنی احتیاج اور ضرورت ہوگی، اتنی ہی مقدار اس کے لئے لازم ہوگی۔

حکومت کی ذمہ داری

اس معاملے میں حکومت کی ذمہ داری کیا ہے؟

اس سلسلہ میں نص کے تتبع سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی حکومت کے زیر اثر بسنے والا کوئی چھوٹا بڑا فرد چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان (ذمی) جب زمین میں پھیلے ہوئے رزق الٰہی میں سے نہ اپنے ہاتھ سے اور نہ اپنے وسائل سے اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرسکے اور نہ اسے اپنے اقرباء و دیگر باشندوں کی مالی امداد حاصل ہو تو اسلام حکومت کو اس بات کا پابند بناتا اور اس کا ایک اہم ذمہ قرار دیتا ہے کہ وہ ایسے ضرورت مند بندگان خدا کی بنیادی ضروریات کا اپنے حکومتی وسائل و اختیارات سے از خود معقول بندوبست کرے۔ محروم المعیشت لوگوں کو اپنی ضروریات کے لئے سرکاری دفاتر کے چکر نہ لگانا پڑیں۔ کیونکہ افراد معاشرہ کو بنیادی ضروریات کی فراہمی اسلامی حکومت کا ایک قسم کا فرض ہے۔ اس کے عوض وہ افراد سے کسی خدمت یا معاوضے کی طالب نہیں ہوتی۔

اسلام بنیادی ضروریات کی فراہمی سودے بازی کی بنیادوں پر نہیں کرتا۔ اس سلسلے میں اسلام اور سوشلزم کے درمیان بنیادی فرق ہی یہ ہے کہ سوشلزم بنیادی ضروریات فراہم کرتا ہے مگر افراد کی صلاحیت کار کی قیمت کے طور پر۔۔۔ ان کو روٹی، کپڑا اور مکان مہیا کرتا ہے مگر جانوروں کی طرح ان سے دن رات کام لے کر۔۔۔ اس کے بالمقابل اسلام افراد معاشرہ کو بنیادی ضروریات ان کا انسانی حق سمجھ کر فراہم کرتا ہے اور ان کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے صلاحیت کار کو جہاں چاہیں استعمال کریں اور پوری آزادی کے ساتھ زندگی کی دوڑ میں حصہ لیں۔

اسلام میں حکمران (خلیفہ) یا حکومت (خلافت) فرمانروائے اعلی (خداوند عرش) کی نمائندگی اور نیابت کا نام ہے۔

الخلافة نيابة فى حفظ الدين وسياسة الدنيا.

’’خلافت (حکومت) لوگوں کے دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست (دنیوی امور چلانے) میں (اللہ کریم کی) نیابت کا نام ہے‘‘۔ (مقدمہ ابن خلدون)

ظاہر ہے نائب یا قائم مقام یا خلیفہ کے فرائض اور ذمہ داریوں میں وہ تمام ذمہ داریاں شامل ہوں گی جو اس کا اصل یعنی خلیفہ بنانے والا سرانجام دیتا ہے۔ تو رب العالمین جس نے حکومت یا حکمران کو اپنا خلیفہ بنایا ہے، نے از راہ شفقت وکرم ایک بات یہ بھی اپنے ذمہ لے رکھی ہے کہ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللهِ رِزْقُهَا .

’’اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا (جاندار) نہیں ہے مگر (یہ کہ) اس کا رزق اللہ (کے ذمۂ کرم) پر ہے‘‘۔ (ھود:٦)

اسی چیز کو نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا:

الخلق عيال الله. (مشکوۃ المصابیح، ج٣، ص:١٣٩٢)

’’تمام مخلوق اللہ کا عیال (کنبہ) ہے‘‘۔

اور کسی کے ’’عیال‘‘ لغت میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے نان نفقہ کی ذمہ داری اس کے سپرد ہوتی ہے۔

تو جب ساری مخلوق اللہ کا کنبہ (عیال) قرار پائی اور ان کے نان نفقہ یا ضروریات زندگی کو پورا کرنا اس کی ذمہ داری ہوئی تو اللہ کے خلیفہ (حکومت) کی بھی ذمہ داری ہوگی کہ اس کی ریاست میں کوئی متنفس بھوکا پیاسا نہ رہے۔ مشہور حنفی فقیہ سید علی زادہ نے امیر حکومت کے فرائض بتاتے ہوئے فرمایا کہ

ولا یدع فقیرا فی ولایته الا اعطاه ولا مدیونا الاقضی عنه دینه ولا ضعیفا الا اعانه ولا مظلوما الا نصره ولا ظالما الا منعه عن الظلم ولا عاریا الاکساه کسوة. (بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام، از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ص:۱۲۹۔۱۳۰)

''وہ اپنی مملکت کے اندر کوئی ایسا فقیر نہ چھوڑے جس کو عطا نہ کرے اور کوئی ایسا مقروض نہ چھوڑے جس کی طرف سے قرض کو ادا نہ کردے اور کوئی کمزور نہ چھوڑے مگر یہ کہ اس کی مدد کردے اور کوئی مظلوم نہ چھوڑے مگر یہ کہ اس مدد کرے اور نہ کسی ظالم کوظلم کرنے دے اور کوئی ننگا نہ چھوڑے جس کو پہنا نہ دے''۔

المختصر اسلامی نقطہ نگاہ سے دو باتیں انتہائی قابل لحاظ ہیں:

۱۔ تمام مخلوق اللہ کا کنبہ

۲۔ تمام انسان اللہ کے نزدیک برابر ہیں۔

اب وہ اونچے طبقہ کے ہوں یا نیچے طبقے کے۔ اللہ ان کا پروردگار اور فرمانروا ہے اور وہ اس کے بندے اور رعایا ہیں۔

اسلامی حکومت معاشی زندگی کے دائرہ میں ان دونوں باتوں کا لحاظ رکھنے پر مامور ہے۔ ایک تو اللہ کے کنبے کا کوئی فرد کھانے، کپڑے اور مکان وغیرہ سے محروم نہ رہے دوسرا اللہ کے بندوں میں سب کو انسانیت کے عام حقوق میں برابر کا سمجھا جائے۔ اگر کوئی اسلامی حکومت اس کا خیال نہیں رکھے گی تو انسانیت کے بلند درجے سے گرجائے گی اور اخروی باز پرس میں ماخوذ ہوگی۔

خلفاء کا احساس ذمہ داری

غالباً اسی ذمہ داری کو مدنظر رکھتے ہوئے امیرالمومنین حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا تھا:

لو ماتت شاة علی الفرات ضائعة لظننت ان اللہ سائلی عنها یوم القیامة.

(ابن جوزی، سیرت عمر بن الخطاب، ص:۱۶۱)

''اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری بھی بے سہارا ہونے کی وجہ سے مرجائے تو میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے بارے میں مجھ سے جواب طلبی فرمائے گا''۔

المختصر اسلام میں خلیفہ ان تمام لوگوں کی بنیادی ضروریات کا ذمہ دار اور کفیل ہے۔ جن کا معاشرے میں اور کوئی ذمہ دار یا کفیل نہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اللہ ورسوله مولی من لاولی له.

(سنن النسائی الکبریٰ، ج۴، ص۷۶، الرقم:۶۳۵۲)

''اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہر اس آدمی کا مددگار یا سرپرست ہے جس کا کوئی والی وارث نہ ہو''۔

ایک حدیث میں فرمایا:

السلطان ولی من لاولی له.

(جامع ترمذی، باب ماجاء لانکاح الابولی، ج۳، ص:۴۰۸)

''بادشاہ (یا حکومت) ہر اس آدمی کی سرپرست ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو''۔

ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

انا ولی من لاولی له. (سنن النسائی الکبریٰ، ج۴، ص۷۷، الرقم:۶۳۵۷)

''میں ہر اس شخص کا والی (سرپرست) ہوں جس کا (اس دنیا میں) کوئی والی نہیں''۔

ان احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں بالکل واضح ہے کہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ محروم اہل حاجت کی حاجت روائی کا اہتمام کرے۔ بعض بنیادی ضروریات کی تکمیل لازمی ہے مگر حتی الامکان دوسرے اہم ضروریات کی طرف بھی توجہ کی جانی چاہیے۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

''سلطان پر واجب ہے کہ جب اس کی رعایا تنگی میں مبتلا ہو اور فاقہ اور مصیبت سے دوچار ہو تو ان کی

مدد کرے۔ بالخصوص قحط اور گرانی کے زمانہ میں۔ کیونکہ ایسے حالات میں لوگ کسب معاش میں ناکام رہتے ہیں اور گذراوقات کرنا دشوار ہوجاتا ہے۔ ایسے حالات میں سلطان کو چاہئے کہ ان کو کھانا فراہم کرے اور ان کے خزانے سے انہیں مال دے کر ان کی حالت بہتر بنائے‘‘۔

(امام غزالی، التبر المسبوک، ص:۹۴)

دور نبوی ﷺ میں ضروریات زندگی کا انتظام

بنیادی ضروریات کی فراہمی میں اسلامی حکومت (خلیفہ) کی اہم ذمہ داری کی قدرے وضاحت کے بعد اب اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ خود اسلامی حکومت کے بانی اور مؤسس اول نبی اکرم ﷺ نے اپنے وسائل کے اندر کس خوبصورتی سے ضرورت مند لوگوں کی بنیادی ضروریات کا انتظام فرمایا۔

رہائش وخوراک کا بندوبست

نبی اکرم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے اور یہاں چھوٹی اور محدود سی اسلامی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا گیا تو ایک انتہائی اہم اور فوری حل طلب مسئلہ جو آپ ﷺ کو درپیش آیا وہ ان مہاجرین گھرانوں کی رہائش و خوراک کا تھا جو اللہ و رسول ﷺ کے ساتھ بے مثال وفا کا مظاہرہ کرتے ہوئے دین و ایمان کی خاطر اپنے گھر بار، کاروبار، منقولہ و غیر منقولہ جائیدادیں چھوڑ کر مکہ سے مدینہ منورہ آگئے تھے۔

ادھر حکومت کے پاس ابھی اتنے وسائل نہیں تھے کہ سرکاری طور پر ان مہاجرین کی آبادکاری، رہائش اور کھانے پینے کا انتظام کیا جاتا۔ اس کے باوجود اس نوزائدہ اسلامی حکومت کے حکمران اول (ﷺ) گھبرائے نہیں۔ مہاجرین کو اپنے حال پر یا کسی کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا بلکہ آپ ﷺ نے اس اہم پیچیدہ اور وسائل طلب مسئلے کو ایسی فراست، دور اندیشی، عقل مندی اور اتنی خوبصورتی سے سلجھایا کہ دنیا آج تک محو حیرت ہے۔ وہ اس طرح کہ مدینہ منورہ میں پہلے سے رہنے والے مسلمانوں جنہیں قرآن ’’انصار‘‘ کے خوبصورت لقب سے یاد کرتا ہے اور مہاجرین کے درمیان باہمی ہمدردی وغم خواری کا ’’عقد مواخاۃ‘‘ قائم فرما کر مہاجرین کی آبادکاری کے مسئلے کو یوں حل فرمادیا کہ یہ مسئلہ اب کوئی مسئلہ ہی نہ رہا۔ انصار نے اپنے مہاجر اسلامی بھائیوں کے لئے ایسی محبت ایثار اور اخوت کا مظاہرہ کیا کہ دنیا نے آج تک سگے بھائیوں کے درمیان بھی ایسی محبت و اخوت نہیں دیکھی ہوگی۔

انصار زراعت پیشہ زمیندار اور کھجوروں کے باغات کے مالک تھے۔ ہر صاحب زمین جانتا ہے کہ انسان اپنی زمین اور باغات سے کتنی محبت رکھتا ہے۔ مگر میرے خیال میں اس وقت فرشتے بھی ورطہ حیرت میں پڑ گئے ہوں گے جب ایثار پیشہ انصار نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے یہ پیشکش کی کہ

اقسم بيننا وبين اخواننا النخيل.

(صحیح بخاری، ج۲، ص۸۱۹، الرقم:۲۲۰۰)

’’آپ ﷺ ہمارے درمیان اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان ان باغات کو (برابر برابر) تقسیم فرمادیں‘‘۔

مگر آپ نے ان کی اس مخلصانہ پیشکش اور تجویز سے اتفاق نہ فرمایا کیونکہ کسی مخلص بھائی کو اس کی پونجی سے محروم کردینا اور اس پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈالنا بھی کوئی عقل مندی نہیں۔ اب انصار نے یہ تجویز پیش کی کہ پھر مہاجرین کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں ہم انہیں پیداوار میں شریک کرلیں گے۔ غیور مہاجرین نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور یوں وہ ایک دوسرے کے شریک کار بن گئے۔

انصار کی طرف سے یہ پیشکش صرف زمینوں اور باغات میں نہیں تھی بلکہ وہ عقد مواخات کے بعد مہاجر بھائیوں کو اپنے گھروں میں لے گئے اور اپنا سارا اثاثہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ گھر میں جو کچھ ہے وہ آدھا تمہارا اور

آدھا ہمارا ہے حتی کہ جس انصار کے پاس دو بیویاں تھیں، اس نے مہاجر بھائی کو ایک بیوی کی بھی پیشکش کردی کہ جس کو چاہو میں اسے طلاق دے دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری، باب اخاء النبی بین المہاجر والانصار، ج۱، ص۵۳۳)

المختصر یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے مہاجرین کی خوراک، روزگار، رہائش اور آبادکاری کا یوں ہنگامی طور پر انتظام فرمادیا۔ انصار میں جن کے ایک سے زیادہ مکانات تھے انہوں نے وہ مہاجرین کو دے دیئے۔ مگر کچھ مدت بعد مہاجرین اپنے مکانوں اور جھونپڑوں میں منتقل ہوگئے۔ یہ مکانات اور جھونپڑے ان قطائع (پلاٹوں) پر بنائے گئے تھے۔ جو رسول اکرم ﷺ نے انہیں انصار مدینہ کی موہوبہ اراضی یا افتادہ زمینوں سے عطا کئے تھے۔

مدینہ میں مسلمانوں کیلئے پانی کا انتظام

پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور مہاجرین مدینہ منورہ میں ہجرت کرکے آئے تو اس وقت جو اہم مسائل سامنے آئے ان میں ایک مسئلہ پانی کا بھی تھا۔ پورے شہر میں بئر رومہ کے سوا کوئی میٹھا پانی نہ تھا۔ صرف یہی پینے کے لائق تھا مگر اس کا مالک ایک یہودی تھا۔ اس نے اس خداداد نعمت کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا اور لوگوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتا تھا۔ حضور ﷺ کے پاس ابھی تک حکومتی وسائل تو تھے نہیں اس لئے آپ نے مخیّر حضرات کو مسلمانوں کے لئے اس کی خریداری کی طرف توجہ دلائے ہوئے فرمایا کہ جو آدمی اس کنویں کو خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کردے گا اللہ کریم اسے جنت میں اس سے کہیں بہتر کنواں عنایت فرمائے گا۔

(صحیح بخاری، باب مناقب عثمان، ج۱، ص۵۲۲)

یہ سعادت حضرت عثمان غنیؓ کی قسمت میں لکھی تھی۔ وہ سارے کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کردینے پر تیار ہوگئے مگر کنویں کا مالک صرف نصف حصہ فروخت کرنے پر رضا مند ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے بارہ ہزار درہم کے عوض نصف کنواں خرید لیا اور شرط یہ قرار پائی کہ ایک دن حضرت عثمانؓ کی باری ہوگی اور دوسرے دن اس یہودی کے لئے کنواں مخصوص رہے گا۔ جس روز حضرت عثمانؓ کی باری ہوتی تھی اس روز مسلمان اس قدر پانی بھر کر رکھ لیتے کہ دو دن تک کے لئے کافی ہوتا تھا۔ یہودی نے دیکھا کہ اب اس سے کچھ نفع نہیں ہوسکتا تو وہ بقیہ نصف بھی فروخت کرنے پر راضی ہوگیا۔ حضرت عثمانؓ نے باقی نصف بھی آٹھ ہزار درہم میں خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کردیا اور یوں سارے مسلمانوں کے لئے میٹھے پانی کا انتظام ہوگیا۔ (ابن عبدالبر، استیعاب، ۲:۴۸۸)

بیکسوں کی کفالت کا عام اعلان

سورۃ الاحزاب کی آیت ۶ (النبی اولی بالمومنین من انفسہم) کے تحت علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اور قرطبی نے الجامع لاحکام القرآن میں بخاری کے حوالے لکھا ہے کہ جب فتوحات ہونے لگیں اور بیت المال میں مال غنیمت آنے لگا تو آپ نے مذکورہ آیت کا حوالہ دیتے ہوئے اعلان عام فرمایا:

فأیما مومن مات وترک مالا فلیرثه عصبته من کانوا فان ترک دینا اوضیاعا فلیاتنی فانا مولاہ.

(صحیح بخاری باب الصلواۃ علی من ترک دنیا، ج۲، ص۸۴۵، الرقم:۲۲۶۹)

''جو مومن بھی مال چھوڑ کر مرے گا اس کے وارث اس کے عصبہ (قریبی رشتہ دار) ہوں گے اور اگر وہ اپنے ذمہ دین (قرض) چھوڑ کر مرا یا بچے (جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو) چھوڑ کر مرا تو وہ قرض اور یتیم بچے میرے ذمہ ہیں اور میں ہی ان کا والی ہوں گا۔ یعنی ان کی کفالت کروں گا اور ان پر مال خرچ کروں گا۔ صحیفہ ہمام بن منبہ کے الفاظ ہیں:

فایکم ترک دینا اوضیعة فادعونی فانی ولیه.

(صحیفہ ہمام بن منبہ، ج ۱، ص ۵۹)

’’تم میں سے جو آدمی قرض یا چھوٹے بچے چھوڑ کر مرجائے تو مجھے بلاؤ (اطلاع کرو) بے شک قرض اور بچوں کے معاملے میں مَیں اس کا ولی ہوں اور اگر مال چھوڑ کر مرا ہے تو وہ اس کے قریبی رشتہ داروں کا ہے‘‘۔

حضور ﷺ کا یہ اعلان آج کے کسی مطلب پرست، خود غرض، ابن الوقت اور مصنوعی خیرخواہ سیاستدان کا نہ تھا۔ جو ووٹ کی خاطر دوران الیکشن طرح طرح کے سبز باغ دکھاتا اور پرکشش وعدے اور اعلان کرتا ہے۔ جب غریب کے ووٹ سے اسمبلی میں پہنچ جاتا ہے تو اس کے بعد اس منافق اور مفاد پرست کی حالت کچھ یوں ہوتی ہے کہ تو کون اور میں کون۔ مندرجہ بالا اعلان یا بیان اس لجپال غریب نواز اور یتیم پرور و غریب پرور رسول ﷺ کا تھا جو زبانی دعوؤں کے نہیں بلکہ عمل اور صرف عمل کے قائل تھے۔ وہ ایک فیصد کہتے تھے اور سو فیصد بلکہ اس سے بھی زیادہ اس پر عمل کرتے تھے۔

اللہ کریم نے آپ ﷺ کو رحمۃ اللعالمین اور رؤف و رحیم بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ مخلوق خدا کی ہمدردی، غمگساری، خیر خواہی اور شفقت و رحمت آپ ﷺ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ کیسے ممکن تھا کہ آپ ﷺ ضرورت مندوں، محتاجوں، غریبوں، مسکینوں، کمزوروں اور بھوکوں کی معاشی فلاح کا کوئی انتظام نہ فرماتے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتی غمخواری اور درد مندی کا یہ عالم تھا کہ جب تک بھوکے کو کھانا نہ کھلالیتے۔۔۔ ننگے کو کپڑا مہیا نہ فرمالیتے۔۔۔ مصیبت زدہ کی مصیبت دور نہ فرمالیتے۔۔۔ پریشان حال کی پریشانی کا علاج نہ فرمالیتے۔۔۔ ضرورت مند کی ضرورت نہ پوری فرمالیتے۔۔۔ محتاج کی احتیاجی کا بندوبست نہ فرمالیتے۔۔۔ مشکل میں پھنسے ہوئے کو مشکل سے نہ نکال لیتے۔۔۔ درد سے کراہنے والوں کو چپ نہ کرالیتے۔۔۔ مظلوم کو ظلم سے نجات نہ دلوالیتے۔۔۔ خوف زدوں کے خوف کو دور نہ فرمالیتے۔۔۔ مقروض لوگوں کی ادائیگی قرض کا کوئی انتظام نہ فرمالیتے۔۔۔ یتامی و بیوگان کی دیکھ بھال کی کوئی صورت پیدا نہ فرمالیتے۔۔۔ نہ کماسکنے والوں کی زیست کی کوئی شکل نہ بنالیتے۔۔۔ اس وقت تک آپ ﷺ کی ذات گرامی کو چین نہ آتا۔ یہ محض لفاظی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ حضور ﷺ کی اس شفقت علی الحق اور انسانیت کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کے طبعی جذبہ کی طرف قرآن نے یوں اشارہ کیا ہے۔

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ. (توبہ:۱۲۸)

’’(اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں‘‘۔

دکھ تمہیں ہوتا ہے، مصیبت میں تم مبتلا ہوتے ہو، درد تمہیں ہوتا ہے مگر اس درد کی ٹیس وہ محسوس کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے کبھی بھی محض وعظ نصیحت اور غریبوں، کمزوروں، بھوکوں اور مظلوموں کے حق میں زور دار تقریر پر اکتفا نہیں کیا۔ صرف زبانی الفاظ اور جھوٹ موٹ کے آنسوؤں سے غریب لوگوں کو کبھی بہلانے کی کوشش نہ فرمائی کیونکہ تقریر سے کسی بھوکے کا پیٹ نہیں بھرا کرتا نہ تقریر سے مصیبت زدہ اور مظلوم کی داد رسی ہوا کرتی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ ہمیشہ زبان سے زیادہ عمل کے ذریعے غرباء و مساکین کی ہر طرح سے امداد، ہمدردی غمخواری اور دلداری فرماتے رہے۔ نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ کی یہی عادت کریمہ تھی اور نبوت کے بعد بھی ساری زندگی یہی معمول رہا۔

دورِ نبوی کی عام مالی پالیسی

عہد نبوت میں مالیات سے متعلق عام طور پر حضور اکرم ﷺ کی ذاتی اور سرکاری پالیسی یہی نظر آتی

ہے کہ آپ ﷺ کبھی **الذی جمع مالا وعددہ** (الھمز:۲) کے مصداق نہ تھے۔ جو کچھ آتا جب تک فوری طور پر ضرورت مندوں اور حقداروں میں تقسیم نہ کردیا جاتا اس وقت تک آپ ﷺ کو چین نہ آتا۔ اس چیز کی تائید خادم خاص حضرت انسؓ سے مروی صحیح بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ

بحرین سے خراج اور جزیے کا مال بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس مال کو مسجد (کے صحن) میں پھیلا دو۔ بقول راوی حضور ﷺ کے پاس جتنے بھی اموال آئے، ان میں یہ سب سے زیادہ تھا۔ (محدثین نے ایک لاکھ درہم کا اندازہ لگایا ہے) جب آپ ﷺ نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو (اپنی طبعی سیر چشمی اور غنائے نفس کی وجہ سے) مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ جب نماز ہوچکی تو آپ ﷺ مال کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ پس جو بھی نظر آتا اسے (اس کی ضرورت کے مطابق) عنایت فرمادیتے۔ چنانچہ آپ ﷺ اس وقت تک وہاں سے نہ اُٹھے جب تک کہ سارا مال تقسیم نہ ہوگیا اور ایک درہم بھی باقی نہ بچا۔

ایک دوسری روایت میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔ خوب جانتی ہوں کہ حضور ﷺ کے وصال تک کی مبارک زندگی میں (آپ ﷺ کے گھر میں) سب سے زیادہ مال کب آیا؟ ایک مرتبہ رات کے پہلے حصے میں آپ ﷺ کے پاس ایک تھیلی آئی جس میں آٹھ سو درہم اور ایک پارچہ تھا۔ وہ تھیلی آپ ﷺ نے میرے پاس بھیج دی، اس رات میری باری تھی۔ آپ ﷺ عشاء کے بعد گھر واپس تشریف لائے اور حجرہ شریف میں اپنی نماز کی جگہ میں نماز شروع کردی۔ میں نے آپ ﷺ کے لئے اور اپنے لئے بستر بچھایا ہوا تھا۔ میں آپ کا انتظار کرنے لگی لیکن آپ بہت دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ نماز کے بعد آپ اپنی نماز کی جگہ سے باہر تشریف لائے اور پھر وہیں واپس چلے گئے اور نماز شروع کردی۔ اس طرح بار بار فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوگئی۔ آپ نے مسجد میں جاکر نماز پڑھائی اور پھر واپس تشریف لائے اور فرمایا: وہ تھیلی کہاں ہے جس نے آج ساری رات مجھے پریشان کئے رکھا؟ چنانچہ تھیلی منگوائی اور اس میں جو کچھ تھا وہ سب تقسیم فرمادیا۔

(الہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۲۵)

حکومتِ نبوی ﷺ میں عطاء و بخشش کا معیار

عام سلطنتوں میں محاصل کے حق دار وہی لوگ ٹھہرتے جو بادشاہ سے زیادہ قریب ہوتے، یا عیش پسند امراء ہوتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ دولت مندوں کی دولت مندی اور فقراء کی محتاجی میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے احکام الٰہی کے تحت جو اسلامی نظام قائم فرمایا اس میں دولت مندی اور تقرب نہیں بلکہ حاجت اور ضرورت کو معیار قرار دیا کیونکہ کمزوروں کا حق طاقتوروں کے مقابلہ میں زیادہ توجہ کے قابل تھا۔

سلطنت کی آمدنی اور محاصل کو دیگر بادشاہوں کے برعکس آپ ﷺ امانت تصور فرماتے اور عام مسلمانوں کی ضرورت میں خرچ فرماتے۔ زکوٰۃ، صدقہ، خراج اور جزیہ جو کچھ وصول ہوتا تھا وہ اگرچہ بحیثیت امیر سلطنت سب کا سب حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ میں آتا تھا لیکن آپ ﷺ نے اس کو اپنی نہیں بلکہ باختلاف شرائط عام مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا اور کبھی اس کو اپنے شخصی تصرف میں نہیں لائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما اوتیکم من شئی وما امنعکموہ ان انا الا خازن اصنع حیث ما امرت.

(سنن ابوداؤد، ج۳، ص۳۵، الرقم: ۲۹۴۹)

''میں تم کو نہ کچھ دے سکتا ہوں نہ کچھ روک سکتا ہوں۔ میں صرف خزانچی ہوں۔ جس موقع پر صَرف کرنے کا

مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں صَرف کرتا ہوں"۔

دوسرے موقع پر فرمایا: انما انا قاسم واللہ یعطی. (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۹، الرقم: ۷۱)

(میں تو صرف بانٹنے والا ہوں دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے)

غنیمت کا مال بھی مجاہدوں ہی کو دے دیا جاتا تھا اور حضور ﷺ کو صرف ایک خمس یعنی پانچویں حصے پر تصرف کا اختیار ہوتا تھا۔

امام ابو یوسفؒ نے تصریح کی ہے کہ خمس کے پانچ حصے کئے جاتے تھے۔ ایک اللہ و رسول ﷺ کے لئے دوسرا قرابت داروں کیلئے، تیسرا یتیموں کیلئے، چوتھا مسکینوں کے لئے اور پانچواں مسافروں کے لئے ہوتا تھا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حق میں خمس کا جو پانچواں حصہ آتا تھا۔ آپ ﷺ اس کو بھی تین حصوں میں بانٹ دیتے تھے۔ یعنی

۱۔ اللہ کی راہ میں خرچ فرمادیتے تھے۔

۲۔ قوم میں حضور ﷺ کا جو نائب ہوتا تھا اس کو بھی اس میں سے دیتے تھے پھر جب مال زیادہ ہوگیا تو۔

۳۔ یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو بھی دینے لگے۔

ان تحصیلات کی روشنی میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد بالکل صحیح تھا کہ

لیس لی من مغنکم الا الخمس والخمس مردود علیکم.

(حوالہ)

"تمہارے مال غنیمت میں سے میرے لئے صرف پانچواں حصہ ہے اور یہ بھی تمہیں لوگوں پر واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔ (یعنی تقسیم کردیا جاتا ہے)"۔

رعایا کی ضروریات پوری کرنے کا عام اسلوب

عہد نبوی ﷺ میں باقاعدہ وزارتیں اور مختلف محکمے وجود میں نہیں آئے تھے۔ اس لئے ہر سائل براہ راست بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا اور اپنی حاجت پیش کرتا۔ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ

"جب حضور اکرم ﷺ کے پاس کوئی مسلمان آدمی آتا اور اسے ننگا (یا بھوکا) دیکھتے تو مجھے اس کے لئے کپڑے مہیا کرنے کا حکم فرماتے۔ میں جاکر قرض لیتا، اس کے لئے کپڑے اور متعلقہ چیزیں خریدتا۔ اسے کپڑے پہناتا اور کھانا کھلاتا (شیخ عبدالحی کتانی، نظام الحکومۃ النبویۃ، ج۱،ص۴۴۱۔۴۴۲، طبع بیروت)

اسلام نے اس چیز کو ایمان کے ہی منافی قرار دیا ہے کہ ایک آدمی خود تو خوب سیر ہوکر کھالے اور اس کے پڑوس میں رہنے والا رات بھوکے ہی بسرکرے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

لیس المومن بالذی یشبع وجارہ جاع الی جنبہ. (مشکوۃ المصابیح، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ص۴۲۴)

"وہ شخص کامل مومن نہیں جو خود تو سیر ہو اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا پڑا"۔

ایک حدیث میں فرمایا:

ایما اھل عرصۃ اصبح فیھم امرء جائع فقد برئت منھم ذمۃ اللّٰہ تعالیٰ.

(مسند احمد بن حنبل، ج۲،ص۳۳، الرقم:۴۸۸۰)

"جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ رات بھر بھوکا رہا تو اس بستی سے اللہ کی حفاظت و نگرانی کا وعدہ ختم"۔

انسان جس طرح کا خود کھائے، پہنے، ایمان کا مطالبہ ہے کہ اسی طرح کا کھانا پینا اور پہننا اپنے ماتحت ان لوگوں کو بھی دے جو بنیادی ضروریات سے محروم ہیں۔ حضور ﷺ کی ذاتی طبیعت، فطرت اور جبلت تو یہ تھی کہ سب کچھ خرچ کرنے پر حسرت افسوس کی بجائے اس وقت تک چین نہیں آتا تھا جب تک کہ خرچ نہ کرلیں۔

دوسری بات یہ تھی کہ جبلی جود و کرم کے باعث ''لا'' (نہیں) کا لفظ آپ ﷺ کی ڈکشنری میں ہی نہیں تھا۔ عینی شاہدوں کا بیان ہے:

ماسئل النبی صل اللہ علیہ وسلم عن شی قط فقال لا. (صحیح بخاری، ج۵، ص۲۲۴۴، الرقم:۵۶۸۷)

''نبی اکرم ﷺ سے کبھی کسی ایسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں آپ ﷺ نے ''نہیں'' فرمایا ہو''۔

میرے نام پر قرض اٹھالو

نبی اکرم ﷺ کو لوگوں کی ضروریات کا کتنا احساس تھا۔ اس کی ایک جھلک درج ذیل روایت میں دیکھئے:

حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ آپ اسے کچھ عنایت فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس وقت تو میرے پاس کوئی چیز نہیں البتہ جو کچھ لینا چاہتے ہو میرے نام پر خرید لو۔ جب میرے پاس کوئی چیز آجائے گی تو میں ادائیگی کردوں گا۔ حضرت عمرؓ جو پاس ہی بیٹھے تھے، نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ جس چیز پر قدرت نہیں رکھتے یا جو چیز آپ ﷺ کے پاس نہیں ہے، اللہ نے جب اس کا آپ ﷺ کو مکلّف نہیں کیا تو آپ ﷺ خواہ مخواہ کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟

حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کی اس بات یا مشورے کو پسند نہ فرمایا۔ ایک انصاری نے حضور ﷺ کی اس ناگواری کو دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ بے دھڑک خرچ کرتے رہئے اور عرش والے مالک سے کسی قسم کی کمی کا خوف نہ کیجئے۔ انصاری کی یہ بات چونکہ آپ ﷺ کے دل کی آواز تھی اس لئے سن کر تبسم فرمایا اور خوشی سے چہرہ کھل اٹھا، پھر فرمایا ہاں مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ (شمائل ترمذی، بمع جامع ترمذی، ص۵۹۶۔۵۹۷)

حضور ﷺ کے گھروں میں فاقے کی وجہ

حضور ﷺ کے گھروں میں اکثر فاقوں اور اہل بیت کے کمال صبر و شکر کی متعدد روایات حدیث و سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جن کی یہاں گنجائش نہیں ہوسکتی۔ البتہ ابن سعد نے ان فاقوں کی ایک وجہ بتائی ہے جس کا بیان کرنا ضروری ہے لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ (جنہیں دن رات حضور ﷺ کے قریب رہنے کا اتفاق ہوتا تھا) نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ اکثر بھوکے رہتے تھے۔ سننے والے راوی اعرج نے دریافت کیا اس بھوک کی وجہ کیا تھی تو حضرت ابوہریرہؓ نے بتایا کہ

لکثرۃ من یغشاہ واضیافہ وقوم یلزمونہ لذا فلا یاکل طعام ابدا الامعہ اصحابہ واهل الحاجة يتتبعون من المسجد. (ابن سعد، الطبقات، ۱:۴۰۹)

''کثرت سے آپ ﷺ کے ہاں آنے والے مہمانوں اور ان مفلس لوگوں کی وجہ سے جو کھانے کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ چمٹے رہتے تھے۔ آپ ﷺ جب بھی

اظہار تعزیت: گذشتہ ماہ محترم عامر مسعود (لنگڑیال۔ گجرات) کی نانی، محترم راجہ فیاض القادری (گجرات) کی ساس اور محترم خالد مسعود سیال کے سسر (مریدکے) قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆ گذشتہ ماہ محترم محمد سعید گجر منہاجین قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔

☆ گذشتہ ماہ محترم فرخ صدیق منہاجین قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی بخشش و مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

کھانا تناول فرماتے تو آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے صحابہ اور وہ اہل حاجت بھی شریک ہوجاتے جو مسجد سے ہی آپ کی پیچھے آجاتے''۔

حضور ﷺ کے ہاں مہمان نوازی میں اپنے پرائے اور مسلم و غیر مسلم کی کوئی تمیز نہ تھی۔ جو بھی مہمان کاشانہ نبوی ﷺ میں آتا آپ اس کی بھرپور خاطر تواضع فرماتے۔ حضور ﷺ کے اس بلند اخلاق، ایثار نفسی سے کفار ومشرکین متاثر ہوتے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے:

کان رسول اللہ ﷺ یبیت اللیالی المتتابعۃ طاویا واھلہ لا یجدون عشاء وکان اکثر خبزھم خبز الشعیر. (سنن الترمذی، ج۴، ص۵۸۰، الرقم:۲۳۶۰)

''(رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے کئی کئی متواتر راتیں بھوکے رہ جاتے تھے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں جب کبھی روٹی میسر ہوتی تو اکثر جو کی روٹی ہوتی''۔

اصحابِ صفہ کا خیال اور خبر گیری

اصحابِ صفہ ان فقراء و مساکین صحابہ کو کہا جاتا تھا جن کا مدینہ منورہ میں کوئی گھر بار نہ تھا۔ نہ ہی انہیں گھر بار اور مال و متاع کی چنداں خواہش تھی۔ دنیا کے نہ ہونے پر انہیں کسی قسم کا غم نہ تھا۔ وہ اپنے فقر اور عقبیٰ کی ان عظیم نعمتوں پر راضی تھے، جن کی حضور ﷺ نے انہیں خبر دی تھی۔ ہمہ وقت بارگاہ نبوی ﷺ میں رہ کر تعلیم حاصل کرنا ان کا سب سے بڑا مشن تھا۔ ان ''اضیاف الاسلام'' کے لئے حضور ﷺ نے مسجد نبوی کے ایک کونے میں ایک سایہ دار چبوترہ بنوادیا تھا وہ اسی میں سوتے اور دن رات رہتے تھے۔ ان کے فقر و فاقہ اور افلاس کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات کھڑے ہونے کی سکت نہیں رکھتے تھے اور دوران نماز ہی گر پڑتے تھے۔ (سمہودی، وفاء الوفاء، ۲:۴۵۳)

حضرت ابوہریرہؓ جو خود بھی اصحاب صفہ میں داخل تھے، اصحاب صفہ کی تنگ دستی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے ایسے ستر آدمیوں کو دیکھا ہے جن میں سے کسی ایک کے پاس بھی پوری چادر نہ تھی۔ ان کے پاس یا تو صرف تہہ بند ہوتا تھا یا کمبل جسے انہوں نے گردنوں کے ساتھ باندھ رکھا ہوتا تھا۔ وہ کمبل بعض حضرات کی نصف پنڈلیوں اور بعض کے ٹخنوں تک پہنچتا تھا۔ وہ کمبل کو اس خوف سے پکڑے رہتے تھے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ باب نوم الرجال فی المساجد، ج۱، ص۶۳)

جب تک فتوحات کا دروازہ نہیں کھلا تھا اور عام خوشحالی کا آغاز نہیں ہوا تھا حضور ﷺ نے ان کی معاش کا یہ انتظام کررکھا تھا کہ رات کو بعض صاحب حیثیت صحابہ پر انہیں تقسیم فرمادیتے۔ وہ ایک ایک دو دو چار چار اور بعض حضرات اس سے بھی زیادہ کو اپنے ساتھ لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ (طبقات ابن سعد، ۱:۲۵۵)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ پھر بھی دس کے لگ بھگ جو آدمی بچ جاتے حضور ﷺ ان کو اپنے کھانے میں شامل فرمالیتے۔ (وفاء الوفاء للسھودی، ج۲، ص۲۵۲)

در نبوی ﷺ پر پڑے ہوئے ان شیدایان اسلام اور فدایان رسول ﷺ کے متعلق حضور ﷺ کا اپنا عمومی رویہ یہ تھا کہ جب آپ ﷺ کے پاس صدقہ کی قسم سے کوئی چیز آتی تو سب کی سب ان کی طرف بھیج دیتے اور خود اسے ہاتھ تک نہ لگاتے اور جب کوئی ہدیہ آجاتا تو اس سے خود بھی تناول فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی شریک کرتے۔

(ابونعیم اصفہانی، حلیۃ الاولیاء، ۱:۳۴۱)

اصحابِ صفہ کی اتنی خبر گیری کرتے کہ اپنے اہل بیت پر بھی ان کو ترجیح دیتے۔ سیدہ فاطمہؓ کے گھر میں افلاس کا یہ عالم تھا کہ گھر کا سارا کام کاج خاتون جنت کو خود کرنا پڑتا تھا۔ چکی خود پیستیں، پانی خود بھرتیں، کھانا خود پکاتیں، کپڑے

خود دھوتیں۔ چھوٹے بچوں کے نہلانے دھلانے کا کام اس کے علاوہ تھا۔ مالی اعتبار سے سیدنا علی المرتضیٰؓ کے ہاں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ سیدہ کو کم از کم ایک خادم ہی رکھ دیں۔ ایک مرتبہ مال غنیمت میں بہت سے غلام اور کنیزیں آئیں تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے سیدہ سے کہا حضور سب لوگوں کو غلام اور کنیزیں عنایت فرما رہے ہیں تم بھی ایک خادمہ کا مطالبہ کرو۔ سیدہ فاطمہؓ نے درخواست پیش کی تو فرمایا:

لا اعطیکم وادع اهل الصفة تلوی بطونهم من الجوع. (مسند احمد بن حنبل، ج۱، ص۷۹، الرقم:۵۹۶)

''ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ کو دوں اور اہل صفہ کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ بھوک سے ان کے پیٹ اکٹھے ہوئے جارہے ہیں''۔

زرقانیؒ کی صراحت کے مطابق آپ ﷺ نے ساتھ یہ بھی فرمایا۔ بیٹی میرے پاس ان اہل صفہ پر خرچ کرنے کو کوئی چیز نہیں۔ میں ان غلاموں کو فروخت کرکے یہ پیسہ ان فقراء پر خرچ کروں گا۔

(زرقانی، شرح مواہب اللدنیہ ۴:۳۲)

بیٹی واپس چلی گئیں تو حضور ﷺ رات گئے دلجوئی کے لئے تشریف لائے اور فرمایا: بیٹی ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کی تسبیح کرلیا کرو یہ خادم سے کہیں بہتر ہے۔ (ایضاً)

یورپ کو ناز ہے اس بات پر کہ اس نے کفالت عامہ (Social Security) کا تصور پیش کرکے عاجز و درماندہ اور محتاج انسانوں پر احسان کیا ہے۔ مگر شاید یورپ اور اس کے متاثرین یہ بھول گئے ہیں کہ یورپ نے اس کار خیر کا آغاز انیسویں صدی میں کیا اور اس کا سہرا برطانوی وزیر بیورج کے سر باندھتے ہیں۔ جس نے 1942ء میں بیورج رپورٹ پیش کرکے محتاجوں کو کچھ دینے کی اپیل کی تھی۔ مگر ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس کار خیر کا آغاز اس زمانے میں کیا جب دنیا کفالت عامہ کے تصور سے ہی خالی تھی۔

تدبر و تفکر

☆ ایک وسیع ملک جس کو قدرت نے زرخیز زمین مفید معدنیات، شاداب نباتات قومی حیوانات اور آب پاش دریاؤں سے مالا مال کررکھا ہو اس کے متعلق اہل دول کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ ایک غیر ترقی یافتہ ملک ہے کتنا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی ملک کے باشندے تدبر تفکر اور عمل کی اہلیت کھو بیٹھیں۔ اس حالت میں ان کو قدرت کی فیاضی سے بجائے نفع کے نقصان ہوتا ہے۔ انسان اپنا مقام سمجھ لینے پر قدرت کو تسخیر کرنے اور ایک شکرگزار بندے کی طرح اس کے انعامات سے فائدہ اٹھانے میں منہمک ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر انسان تدبر وتفکر سے بے بہرہ ہوجائے اور کائنات عالم سے اس کا جو تعلق ہے اس کو نہ سمجھے اس وقت قدرت کی فیاضی ہر فرد و قوم کو سست کردار اور بے عمل بنادیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ قدرت اور انسان میں باہم عمل و ردعمل کا سلسلہ مفقود ہوجانے پر ترقی مسدود ہوجاتی ہے۔

☆ کبھی یہ گمان گزرتا ہے کہ زندگی حالات و حادثات سے جکڑی ہوئی ہے اور کوئی فرد کتنی ہی کوششیں کیوں نہ کرے ان حادثات کا رخ بدل نہیں سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیب کا ہاتھ زندگی کی تشکیل کرتا چلا جارہا ہے اور انسانی ارادہ و تدبیر کو اس میں دخل نہیں۔

☆ دنیا کی رسم بھی عجیب ہے یہاں کوئی تو دماغ خسروی رکھنے والے کو کلاہ خسروی عطا ہوتی ہے اور کبھی یہ المناک مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ معمولی دل ودماغ کے انسان کو تاج شاہانہ عنایت ہوجاتا ہے۔

☆ قہر الٰہی کے نزول کا وقت آجانے پر وقت کی پکار کوئی بھی نہیں سن سکتا اور اگر ان آخری لمحوں میں سن بھی لے تب بھی گرفت کا وقت نہیں ٹلا کرتا۔

پرامن عوامی جمہوری انقلاب

نیا حکومتی ڈھانچہ اور انتظامی نظام

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا انقلابی پروگرام

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری پرامن عوامی جمہوری انقلاب کے بعد اس ملک کے اندر کیسا نظام دیں گے؟ اس کے خدوخال انہوں نے 11 مئی 2014ء کو پاکستان بھر کے 60 شہروں میں منعقدہ احتجاجی ریلیز سے خطاب کے موقع پر نہایت وضاحت کے ساتھ قوم کے سامنے رکھے۔ ذیل میں اس نئے حکومتی ڈھانچہ کا مختصر نقشہ قائد انقلاب ہی کی زبانی نذر قارئین ہے۔

(1) عوامی شراکتی جمہوریت

اِنقلاب کے بعد اِس ملک کا موجودہ حکومتی و انتظامی ڈھانچہ تبدیل کرکے نیا حکومتی و اِنتظامی نظام نافذ کیا جائے گا جو بین الاقوامی معیارات کے مطابق ہوگا۔ وہ نظام جو ترکی اور دیگر ترقی یافتہ ممالک میں رائج ہے۔ حکمران طبقہ مال کمانے کے لیے ان ملکوں کی طرف دوڑتا ہے مگر ان سے نظام نہیں سیکھتا؟ اِنقلاب کے بعد وہ حکومتی و انتظامی ڈھانچہ نافذ کیا جائے گا جو جنوبی کوریا، جاپان اور چین میں رائج ہے، اور جو نظام ان کے آقا و مولا امریکہ میں رائج ہے۔ مگر ہم ان ممالک کا نظام من وعن لاگو نہیں کریں گے۔ بلکہ میں یہ سب بطور نمونہ بیان کررہا ہوں کہ دنیا کی حقیقی جمہوریتیں جدید انتظامی و حکومتی ڈھانچے کے تحت چل رہی ہیں جب کہ پاکستان ایک سو سال پیچھے کھڑا ہے۔ لہٰذا ہم اپنے حالات کے مطابق پاکستانی ماڈل بنائیں گے۔ وہ پاکستانی ماڈل کیا ہوگا، آیئے! اُس کا جائزہ لیتے ہیں:

☆ وفاقی حکومت کا سربراہ قائدِ عوام ہوگا

وفاقی حکومت کا مرکزی سربراہ قائدِ ایوان (leader of the house) نہیں بلکہ قائدِ عوام (leader of the nation) ہوگا۔ اُسے عوام براہِ راست ووٹ سے منتخب کریں گے تاکہ سیاسی ساز باز ختم ہو۔

☆ اِختیارات کی گراس روٹ لیول تک منتقلی

آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 140 کی کلاز a یہ لازم ٹھہراتی ہے کہ مقامی حکومتوں کا نظام وضع کیا جائے اور اِختیارات نچلی سطح پر منتقل کیے جائیں۔اس کے لیے بطور نمونہ چند مثالیں پیش کرتا ہوں تاکہ concept واضح ہو کہ نظام اور جمہوریت درحقیقت کیا ہیں۔

☆ اِس وقت ہماری آبادی بیس کروڑ ہے جب کہ ترکی کی آبادی سات کروڑ ساٹھ لاکھ ہے، یعنی ہم سے لگ بھگ تیسرے حصے سے کچھ زیادہ ہے۔ ترکی نے اپنا پورا نظام اور حکومتی و انتظامی ڈھانچہ decentralize کر دیا ہے اور تمام services کو مقامی حکومتوں کی جانب منتقل

کردیا ہے۔ گویا اپنا پورا نظام حقیقی جمہوری اُصولوں پر استوار کرچکے ہیں۔ سات کروڑ ساٹھ لاکھ کی آبادی والے اِسلامی ملک ترکی کے 81 صوبے ہیں۔ ہم کیوں چار صوبوں پر چل رہے ہیں؟ وہاں 957 ضلعی حکومتیں اور 3,216 میونسپل حکومتیں قائم ہیں۔ اس سے نیچے Village Govt. System رائج کیا گیا ہے، جس کے تحت 34,395 دیہی حکومتیں قائم ہیں۔ اس میں ذیلی یونٹ کے طور پر Village Cooperation Neighbourhood System رائج کیا گیا ہے۔ اِس طرح تمام تر اِختیارات نیچے منتقل کرکے 'عوامی شرکتِ اِقتدار' کا نظام عملاً وضع کردیا گیا ہے۔ مالیاتی اِختیارات، عوام کی خوش حالی کے وسائل اور قانون سازی اور ترقیاتی اِختیارات بھی نیچے منتقل کردیے ہیں۔

☆ ساؤتھ کوریا میں Special Act for Balanced National Development کے تحت 157 حکومتی وزارتیں، محکمے اور سرکاری ادارے مقامی حکومتوں (local governments) کو منتقل کیے جارہے ہیں۔ اختیارات کی منتقلی کے عمل میں National Territorial Development Plans کے تحت 2007ء سے 2031ء کا مرحلہ وار منصوبہ چل رہا ہے جس میں تمام اِختیارات مرکزی حکومت سے لے کر مقامی حکومتوں کو منتقل کردیے جائیں گے۔

☆ اِسی طرح چین میں مختلف درجات (levels) پر مشتمل حکومتی ڈھانچہ تشکیل دیا گیا ہے۔ چین میں 333 صوبے ہیں، 2,862 ضلعی حکومتیں ہیں جن کے تحت 41,636 ٹاؤن شپ حکومتیں یعنی union councils ہیں۔ اس سے نیچے دیہی سطح پر سات لاکھ چار ہزار تین سو چھیاسی (7,04,386) Village Level Regions ہیں جنہیں محض وسائل اور ترقیاتی اُمور میں شراکت دی جاتی ہے۔

☆ جاپان میں بھی جدید نظام نافذ ہے۔ جاپان کی بارہ کروڑ ستر لاکھ آبادی میں 1719 میونسپلٹیز ہیں جن کے تحت city and town governments بنا کر اختیارات نیچے منتقل کردیے گئے ہیں یعنی عوام کو شریکِ اِقتدار کیا گیا ہے۔

☆ یہی صورت حال انڈونیشا، ملائیشیا اور ایران کی ہے۔ گویا ہر جگہ یہی نظام ہے۔

☆ اِسی طرح کا نظام امریکہ میں بھی ہے۔ امریکہ کی بتیس کروڑ کی آبادی کے لیے پچاس ریاستیں، 3,034 کاؤنٹی حکومتیں، 16,405 ٹاؤن شپ حکومتیں، 19,429 میونسپل حکومتیں اور 35 ہزار سے زائد Special Purposed Governments ہیں۔ ساری حکومت اور انتظام نچلی سطح پر عوام کو منتقل کردیا گیا ہے اور مرکزی سطح پر صرف سکیورٹی اور بین الاقوامی معاملات طے ہوتے ہیں۔

جدید نظام اور حقیقی جمہوریت کا ایک نقشہ میں نے آپ کے سامنے بیان کردیا ہے۔ ہم کیوں ان سے متضاد ہیں؟ کیا ہم کسی الگ سیارے کی مخلوق ہیں؟ پاکستان میں آمریت کیوں ہے؟ سارے اِختیارات مرکز اور چار صوبوں میں وُزرائے اَعلیٰ اور ان کے خاندانوں کے ہاتھوں میں کیوں مرکوز ہیں؟ یہی وہ سبب ہے جس کے باعث ہم اس نظام کو مسترد کرتے ہیں۔ یہاں MNAs اور MPAs ترقیاتی فنڈز اپنی جیب میں ڈال کر حرام خوری کرتے ہیں۔ اِس ملک کے کرپٹ سیاست دان اپنے سیاسی مفادات کو فائدہ پہنچانے والے ہر کام پر عمل کرتے ہیں، خواہ اس کے لئے انہیں آئین میں اٹھارہ سے بیس ترامیم بھی کرنی پڑیں۔ ہر ترمیم خود کو طاقت ور بنانے اور کرپشن کے لیے سیاسی مک مکا کے طور پر کی جاتی ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ عوام کی بھلائی میں آج تک کوئی ترمیم نہیں کی گئی۔

آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 140 a کی کلاز کے تحت ہر صوبے کی ذِمہ داری ہے کہ وہ مقامی حکومتوں کا نظام وضع کرے اور سیاسی و اِنتظامی اور مالیاتی اِختیارات و وسائل نیچے ضلعی، تحصیلی اور یونین کونسل کی سطح پر منتقل کر دے تا کہ وہ نظام کی باگ ڈور سنبھالیں۔ آج تک اِس پر عمل نہیں ہوا۔ یہ آئین کے خلاف بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟ میں اِن سے پوچھتا ہوں اور عوام کو بتانا چاہتا ہوں کہ اب کہاں ہے آئین؟ یہاں اُن تمام اِقدامات سے گریز کیا جاتا ہے جس سے حکمرانوں کی طاقت کم ہو اور عوام طاقت ور ہوں اور جس کے ذریعے وسائل اور اِقتدار و اِختیار اِن کے ہاتھ سے نکلے اور عوام کو منتقل ہو۔ اِس کے برعکس وہ آرٹیکل جس سے یہ مزید طاقت ور ہوں، اس میں ترمیم پہ ترمیم کرتے چلے جاتے ہیں۔

☆ وفاق کے پاس صرف محدود وزارتیں ہوں گی

مرکز کے تمام اِختیارات اور اتھارٹیز نچلی سطح پر منتقل کر دی جائیں گی۔ مرکز کے پاس صرف کرنسی، دفاع، خارجہ پالیسی، ہائر ایجوکیشن، انرجی، inland security اور counter-terrorism جیسے اَہم محکمہ جات ہوں گے۔ باقی تمام وزارتیں اور محکمہ جات ضلع و تحصیل کی طرف منتقل کر دیے جائیں گے۔

☆ 35 صوبوں کا قیام

نئے نظام کے مطابق پاکستان میں ہر ڈویژن کو صوبہ کا درجہ دیں گے۔ اس طرح چار صوبوں کی بجائے 35 صوبے بنائے جائیں گے تا کہ اِختیارات اور وسائل ایک فرد یا چند اَفراد کے ہاتھوں میں جمع نہ ہوں۔ صوبے کے گورنر کا بجٹ صرف اُتنا ہوگا جتنا آج ایک صوبائی وزیر یا ڈویژن کے کمشنر کا بجٹ ہوتا ہے۔ سب سے پہلے صوبہ ہزارہ بنایا جائے گا جہاں کے لوگ حصولِ حق کی خاطر شہادتیں پا چکے ہیں اور جن کے لیے کمیشن بنے، اسمبلیوں میں قرارداد پاس ہوئیں مگر صوبہ ہزارہ کے عوام کی بات نہیں سنی گئی اور اُن کے ساتھ مذاق کیا گیا۔ اسی طرح زیریں پنجاب میں نئے صوبوں کے قیام کو ترجیح دی جائے گی۔

☆ 150 ضلعی اور 800 تحصیلی حکومتیں کا قیام

150 ضلعی حکومتیں قایم کی جائیں گی اور ان ضلعی حکومتوں کے نیچے آٹھ سو تحصیلی حکومتیں قائم ہوں گی جن میں شہری آبادی کے لیے چار سو city governments ہوں گی اور دیہی آبادی کے لیے چار سو town governments ہوں گی۔

☆ 6,000 سے زائد یونین کونسل حکومتوں کا قیام

یونین کونسل کی سطح پر 6 ہزار سے زائد یونین کونسل حکومتیں قائم ہوں گی۔

☆ ویلیج کونسلز کا قیام

دیہی آبادیوں میں Village Councils اور Ward Administrations قائم کی جائیں گی۔

اِس طرح عوامی شراکتِ اِقتدار کے نظام کے تحت تقریباً دس لاکھ اَفراد کو شریکِ اِقتدار کیا جائے گا۔ اِن میں تنخواہ دار اور غیر تنخواہ دار دونوں ہوں گے۔ اِسے حقیقی جمہوریت کہتے ہیں جو ہم اِنقلاب کے ذریعے قوم کو دینا چاہتے ہیں۔

پاکستان عوامی تحریک جو نظام لانا چاہتی ہے، اُس کے لیے ہم نے اپنا ہوم ورک مکمل کرلیا ہے، وائٹ پیپرز تیار ہیں۔ جونہی اِقتدار عوام کو منتقل ہوگا، ہم نئے نظام کے نفاذ کا اعلان کردیں گے۔ ہم اپنی پارٹی پر مشتمل حکومت نہیں بنائیں گے بلکہ اَعلیٰ ذہن کے حامل اَفراد کے ساتھ پوری قوم شریکِ اِقتدار ہوگی۔

(2) عدالتی ڈھانچے کی تشکیلِ نو

موجودہ نظام چونکہ اِرتکاز پر قائم ہے اور

وسائل چند ہاتھوں میں محدود ہیں، اس لیے عوام کو کچھ نہیں ملتا۔ عوام اِنصاف کے لیے دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ غریب آدمی پچیس پچیس سال تک سوِل کورٹ سے لے کر سپریم کورٹ تک دھکے کھاتا ہے مگر اُسے انصاف نہیں ملتا حتیٰ کہ وہ اپنی جائیداد، زمین، گھر بار سب کچھ بیچ کر بھی انصاف سے محروم رہتا ہے۔

جب میں وکالت کرتا تھا تو جھنگ میں ایک بوڑھا شخص مقدمہ لے کر میرے پاس آیا۔ اُس بوڑھے شخص کے دادا نے مقدمہ دائر کیا تھا جو سپریم کورٹ تک گیا۔ سپریم کورٹ نے مقدمہ واپس سوِل کورٹ کی طرف بھیج دیا اور 30 سال بعد وہ پھر زیرو پر کھڑا تھا۔ اور اپنا حق مانگنے کے لیے وہ بوڑھا شخص ساری جائیداد بیچ چکا تھا۔

ایسی جمہوریت اور پارلیمانی نظام پر صد حیف ہے کہ جس میں حکمران غریب عوام کو عدل و اِنصاف فراہم نہ کرسکیں۔ اِس وقت بھی پاکستان کی عدالتوں میں سولہ لاکھ مقدمات زیرِ سماعت ہیں۔ غریب کہاں جائے؟ اِنصاف اِتنا مہنگا ہے کہ لاکھوں روپے کی فیس ادا کرتے کرتے غریب کی نسلیں گزر جاتی ہیں، مقدمہ دائر کرنے والے مرجاتے ہیں اور سوِل مقدمات میں مدعی کے پوتوں کو کہیں جا کر انصاف مل جاتا ہے۔

حالیہ اَیام میں لاہور ہائی کورٹ میں ایک کیس کی سماعت ہوئی ہے۔ بیرسٹر جاوید اِقبال جعفری نے 26 سیاست دانوں کی کرپشن اور منی لانڈرنگ کے ذریعے ارب ہا ڈالر بیرونِ ملک منتقل کرنے کے خلاف 1996ء میں درخواست دائر کی تھی، جس میں بعد ازاں مزید سیاست دانوں کے نام بھی شامل کیے۔ 1996ء میں دائر ہونے والی درخواست کی سماعت 9 مئی 2014ء کو ہوئی جو 29 مئی 2014ء تک ملتوی کر دی گئی ہے۔ اٹھارہ سال سے سماعت چل رہی ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہاں غریب کو پچیس پچیس سال تک انصاف نہیں ملتا اور طاقت ور کا پچیس پچیس سال تک مواخذہ نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کو ڈوب کے مرجانا چاہیے جو اِسے نظام، جمہوریت یا rule of law کا نام دیتے ہیں۔

☆ اسلام آباد میں وفاقی سپریم کورٹ کا قیام

مرکزی سپریم کورٹ صرف آئین اور ریاست سے متعلق اُمور کی سماعت کرے گی۔ عام آدمی کو اسلام آباد جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

☆ صوبوں کی سطح پر سپریم کورٹس کا قیام

نئے نظام کے تحت عدالتی نظام میں سپریم کورٹ کی سیٹ ہر ڈویژن میں منتقل ہو جائے گی۔ ہر ڈویژن ایک صوبہ بن چکا ہوگا تو وہ Provincial Supreme Court کہلائے گی۔ گویا سپریم کورٹ تک جانے والے کا سفر اپنے ڈویژنل شہر تک ختم ہوجائے گا۔

☆ ضلعی سطح پر ہائی کورٹس کا قیام

ہائی کورٹس ضلعوں میں منتقل ہوں گی اور یہ ڈسٹرکٹ ہائی کورٹ کہلائے گی۔

☆ تحصیلی سطح پر سیشن کورٹس کا قیام

اس وقت ضلعی سطح پر موجود سیشن کورٹس تحصیلوں میں منتقل ہوجائیں گی۔

☆ یونین کونسل عدالتوں کا قیام

سیشن کورٹس کے نیچے یونین کونسل کورٹس قائم ہوں گی۔ تمام چھوٹے مقدمات یونین کونسل کے اندر عدالتوں میں سماعت ہوں گے اور فوری طور پر مقامی سطح پر اِنصاف ملے گا۔

☆ گاؤں اور محلّہ کی سطح پر اِنصاف کمیٹیوں کا قیام

سب سے پہلے بنیادی سطح پر اِنصاف کمیٹیاں قائم کی جائیں گی جو یونین کونسل کورٹس کے نیچے ہوں گی۔ اِنصاف کمیٹیوں میں علاقے کے معزز، دیانت دار، تعلیم یافتہ

اور قانون و شریعت کا فہم رکھنے والے باکردار لوگ شامل ہوں گے۔ انہیں باقاعدہ قانونی درجہ دیا جائے گا تاکہ روز مرہ کے چھوٹے مقدمات اور نزاعات کا فیصلہ وہیں ہو اور اس سے بڑا کیس یونین کونسل کورٹ میں جائے گا۔

☆ حکومتی خرچ پر وکیل کی خدمات کی مفت فراہمی

تمام عدالتوں میں غریبوں کے لیے حکومت کی طرف سے سرکاری وکیل کی مفت خدمات مہیا ہوں گی، یعنی غریب کے لیے وکیل کا کوئی خرچہ نہیں ہوگا۔

☆ پولیس پر 24 گھنٹے کے اندر FIR درج کرنے اور 3 دن میں چالان عدالت میں پیش کرنے کی پابندی

جرم ہونے کی صورت میں پولیس چوبیس گھنٹے میں FIR درج کرکے تین دن کے اندر اندر چالان پیش کرنے کی پابند ہوگی۔ متاثرہ فریق کو تھانے میں دھکے نہیں کھانے پڑیں گے بلکہ متاثرہ فریق صرف وقوعہ کی اطلاع کرے گا، چاہے فون پر ہی کر دے۔

☆ فوج داری مقدمہ کا فیصلہ ایک سے تین ماہ میں ہوگا

فوج داری مقدمات کا فیصلہ ایک ماہ میں کردیا جائے گا۔ دوسرا ماہ پہلی اپیل کے لیے ہوگا جب کہ تیسرا ماہ دوسری اور آخری اپیل کے لیے ہوگا۔ اِس طرح فوج داری مقدمہ FIR سے لے کر آخری اپیل تک کل تین ماہ میں ختم ہوجائے گا۔

☆ دیوانی مقدمات کا 6 ماہ میں مکمل فیصلہ

دیوانی مقدمات اِبتداء سے لے کر آخری اپیل تک کل 6 ماہ میں ختم ہوجائیں گے۔ اِس طرح لوگوں کو مفت اور فوری عدل و اِنصاف ملے گا۔ نئے عدالتی نظام کا ہوم ورک میں نے مکمل کر لیا ہے اور اِن شاء اللہ عوام کو اِقتدار منتقل ہوتے ہی نئے صوبے بنا کر اِسے نافذ کر دیا جائے گا۔

(3) وسائل کی دستیابی

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِن تمام اِنقلابی اِقدامات کے لیے وسائل کہاں سے آئیں گے؟

اس کا جواب واضح کردوں کہ اِس ملک میں بے حساب وسائل ہیں۔ کسی چیز کے لیے بھی زائد بجٹ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میں صرف چند چیزوں کی نشان دہی کروں گا تاکہ تصور واضح ہو جائے:

i۔ لوٹی ہوئی دولت کی بیرونِ ملک سے واپسی

اِس اِنقلابی منشور کو قابلِ عمل بنانے کے لیے سب سے پہلے کرپشن کا خاتمہ کیا جائے گا اور ملک سے لوٹی ہوئی دولت سوئس بینکوں سے واپس لائی جائے گی۔ سوئٹزرلینڈ میں کل 13 بینک ہیں جہاں دوسرے ملکوں کا کالا دھن جمع ہوتا ہے۔ ان میں سے صرف دو بینکوں یعنی Credit Suisse اور UBS میں ہمارے حکمرانوں اور سیاسی و مذہبی لیڈروں کے ایک سو ارب ڈالر یعنی دس ہزار ارب روپے جمع ہیں۔ اِنقلاب کے بعد ایسے تمام لیڈروں کو قابو کرکے لوٹی ہوئی دولت واپس لانے کے لیے سوئس بینکوں کے ساتھ معاہدہ کریں گے اور ایک غیر جانب دار ادارہ مقرر کریں گے جو معاہدے کے تحت بین الاقوامی قوانین کے مطابق پاکستان کا لوٹا ہوا سرمایہ واپس لائے گا۔ یوں ہم عوام کے پیسے سے عوام کے حالات بدلیں گے۔

حکومت نے اِس معاملے میں بھی دھوکا دہی کی پالیسی اپنائی ہوئی ہے۔ حکومت پارلیمنٹ کے فلور پر کیوں نہیں بتاتی کہ سوئس بینکوں میں کن کن کے اکاؤنٹس ہیں؟ کرپٹ لوگوں کے نام ریکارڈ پر لانے چاہییں مگر وزیرخزانہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے اور نہ ہی قوم کو رپورٹ دیں گے۔

ii۔ بے پناہ قدرتی وسائل کا اِستعمال

پاکستان میں قدرتی وسائل کی کمی ہرگز نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے اس پاک سرزمین میں اتنے

معدنی وسائل رکھتے ہیں کہ پاکستان بھی سعودی عرب اور ایران کی طرح امیر ہو سکتا ہے، مگر یہاں کے کرپٹ لیڈروں نے آج تک پاکستان کی زمین کے سینے میں چھپے ہوئے خزانے نکالنے کی اجازت ہی نہیں دی۔

☆ صرف بلوچستان میں Reko Diq سونے کی اتنی بڑی کان ہے جہاں ایک ہزار ارب ڈالر یعنی ایک لاکھ ارب روپے کا سونا ہے۔ اس سے پورے ملک کے غریبوں کے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ غریبوں کی فلاح و بہبود کے لیے میں نے جتنے پروگرام دیے اور structural reforms کا اِنقلابی ایجنڈا دیا ہے، ان کے سارے اخراجات صرف تنہا Reko Diq سے پورے ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ایمانداری کے ساتھ اس کی کھدائی کی جائے اور اس پر کمیشن یا kickbacks نہ لی جائیں۔ ایسی کمپنیوں کو ٹھیکے دیے جائیں جو جائز منافع لیں اور پاکستان کو سونا نکال کر دے دیں۔

اَصل مسئلہ یہ ہے کہ حکمران ہرگز ایسا نہیں ہونے دیں گے کیونکہ یہ اپنے ذاتی کمیشن کے لیے معدنیات نہیں نکالتے۔ موجودہ حکمرانوں کی اِس بابت کئی میٹنگز ہوئی ہیں اور یہ سونے اور یورینیم کی کانوں سے معدنیات نکالنے پر اپنا حصہ مانگتے ہیں۔ دس ارب ڈالر یعنی ایک ہزار ارب روپے صرف معاہدہ کرنے کا مانگتے ہیں اور حصے داری (partnership) کا الگ مانگتے ہیں۔ دنیا کی آٹھ بڑی گولڈ مائن کمپنیوں کے ساتھ مذاکرات ہورہے ہیں اور اس سلسلے میں دبئی، جدہ، لندن، نیویارک وغیرہ میں ملاقاتیں بھی کرچکے ہیں۔ اگر چاہیں تو میں اُن دفتروں کے پتے اور تاریخیں بھی بتا سکتا ہوں جہاں یہ حکمران ان کمپنیوں سے ملے ہیں۔ یہ حرام کھانے کے لیے کمیشن اور رشوت مانگتے ہیں جس کی وجہ سے قوم غربت کی آگ میں جل رہی ہے۔

iii۔ کرپشن کا خاتمہ

اِنقلابی ایجنڈے پر عمل پیرا ہونے کے لیے وسائل پیدا کرنے کا تیسرا ذریعہ کرپشن کا خاتمہ ہے۔ جب ہماری حکومت میں عوام کا اِقتدار آئے گا تو کوئی حکمران کرپشن نہیں کر سکے گا۔

پاکستان میں کم اَز کم ایک سو ارب روپے ماہانہ کی کرپشن ہوتی ہے اگرچہ رپورٹس پندرہ سو ارب روپے ماہانہ کی ہیں۔ یہ اَعداد و شمار سرکاری طور پر مصدقہ ہیں۔ NAB کے سابق چیئرمین نے بھی بیان کیا تھا اور بین الاقوامی ایجنسیاں بھی یہی بتاتی ہیں۔ رشوت، کمیشن اور kickbacks بھی کرپشن کی قسم ہیں، بڑے بڑے سودوں میں تیس چالیس فیصد کے حساب سے حصہ کھانا بھی کرپشن ہے۔ ٹیلی فون کے محکمے، بجلی کے کنکشن، transformers کی تبدیلی و مرمت اور بلوں کی درستگی، ٹیکس، ریونیو اور کسٹم ڈیوٹی میں بھی کرپشن ہے؛ الغرض جہاں جائیں ہر محکمے اور دفتر میں کرپشن اور لوٹ مار ہے۔

اگر ہم اس کا ایک چوتھائی بھی کنٹرول کرلیں تو پچیس ارب روپے ماہانہ بچت شروع ہوجائے گی جو غریبوں پر خرچ ہوگی۔ جب پچاس فیصد کنٹرول کرلیں گے تو پچاس ارب روپے ماہانہ بچت ہوگی۔ اِس طرح سال کا حساب لگائیں گے تو چھ سو ارب روپے سالانہ صرف یومیہ روٹین کی کرپشن سے بچت ہوگی جو غریبوں کی طرف جائے گی۔

اس ملک میں شفافیت اور اِحتساب نام کی کوئی شے نہیں ہے۔ یہاں حرام خوری اور کرپشن کا نظام ہے۔ اپنی حرام خوری اور کرپشن چھپانے کے لیے اِحتساب کا چیئرمین بھی دونوں پارٹیوں نے مک مکا سے مقرر کیا ہوا ہے۔

iv۔ ٹیکس نادہندگی کا خاتمہ اور دائرہ کار میں وسعت

فیڈرل بورڈ آف ریوینو (F B R) کی رپورٹ کی مطابق tax leakage کی مد میں پاکستان کو

سالانہ دو ہزار ارب روپے کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ ہم اس پر بتدریج کنٹرول کریں گے اور ٹیکس چوروں کا محاسبہ کریں گے۔

FBR کے مطابق اِس ملک میں 3.8 ملین (تقریباً چالیس لاکھ) افراد ٹیکس چوری میں ملوث ہیں جنہیں ٹیکس نیٹ میں لانا ہے۔ لہٰذا تاجروں اور دیگر طبقات کی مشاورت سے ٹیکس نیٹ بڑھایا جائے گا تاکہ وہ از خود بآسانی اپنا ٹیکس ادا کرسکیں۔ اِس طرح کم از کم پانچ سو ارب روپے سالانہ آمدن اور وسائل میں بے پناہ اضافہ ہوگا۔

یہ حقیقت اَلمیہ سے کم نہیں کہ حکومت خود ٹیکس چوری میں ملوث ہے۔ موجودہ حکومت نے اپنے سیاسی لوگوں کے لیے 11 ماہ میں اَسّی SROs جاری کرکے ٹیکس چوری کروائی ہے۔ اِس طرح صرف 11 ماہ میں قومی خزانے کو تقریباً 500 ارب روپے کا نقصان پہنچایا ہے۔ ان سارے SROs یعنی Statutory Regulatory Orders کے نمبرز اور تفصیلات بھی میرے پاس ہیں۔ حکمرانوں نے اپنی شوگر ملوں کے لیے ٹیکس چوری کروایا ہے اور ایکسائز ڈیوٹی چھڑوائی ہے یعنی tax exemptions بھی دی ہیں اور deductions بھی کی ہیں۔ الغرض یہ وہ طریقے ہیں کہ ایک طرف ٹیکس نادہندہ ہیں اور دوسری طرف خود حکومتی طبقات اپنے ذاتی مفادات کے لیے ٹیکس چوری کرواتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہر حکومتی محکمہ نادہندہ ہے اور اس کے ذِمہ رقوم واجب الادا ہیں۔

v۔ زکوٰۃ کی درست وصولی اور شفاف تقسیم

اگر مملکتِ خداداد میں زکوٰۃ کی شفاف collection ہو اور لوگوں کا اِعتماد بحال ہو جائے تو اربوں روپے غریبوں کی خوش حالی پر خرچ ہوسکتے ہیں۔

ہر فرد جانتا ہے کہ جونہی یکم رمضان المبارک قریب آتا ہے تو بینکوں سے رقوم نکلوا لی جاتی ہیں کیونکہ سرکاری نظامِ زکوٰۃ پر لوگوں کا اِعتماد نہیں رہا کہ ان کی رقوم صحیح مصرف پر خرچ ہوں گی۔ زکوٰۃ کی رقم سرکاری اللوں تللوں اور کرپشن پر خرچ ہوتی ہے۔ اگر اِس ملک میں ایمان دار اور دیانت دار لیڈرشپ اور کرپشن سے پاک نظام آجائے اور لوگوں کا اِعتماد بحال ہوجائے کہ دین کے اَہم رُکن زکوٰۃ کے مال میں ایک پائی کی کرپشن بھی نہیں کی جائے گی تو قوم اپنی زکوٰۃ بینکوں کے ذریعے ادا کرنے پر تیار ہوگی۔

vi۔ سیاسی اثر و رسوخ سے آزاد معاشی پالیسی کا قیام

اِنقلاب کے بعد آزاد، مضبوط اور مستحکم معاشی پالیسی بنائی جائے گی۔ اسٹیٹ بینک، تمام شیڈولڈ بینکوں، DFIs اور SECP وغیرہ جیسے اداروں کو حکومت اور سیاسی تقرریوں کے اثر و رسوخ سے آزاد کردیں گے۔ اِسی طرح وہ تمام 58 ادارے بھی آزاد کردیے جائیں گے جن کے بارے میں سپریم کورٹ نے 22 جولائی 2013ء کو فیصلہ صادر کیا تھا کہ وزیر اعظم یا سیاسی لوگ ان کے سربراہ کی تقرری نہیں کرسکتے، مگر موجودہ وزیر اعظم نے سپریم کورٹ کے احکامات کو ردّ کرکے ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے منسوخ کردیا کہ 58 میں سے 40 اداروں پر خود اپنے ذاتی ملازمین کی تقرریاں کریں گے تاکہ ملک میں کرپشن کا بازار گرم کرسکیں اور وہ لوگ انہیں تحفظ فراہم کریں۔

vii۔ عالمی مالیاتی اداروں سے قرض کا مشروط حصول

آئی ایم ایف، ورلڈ بینک، اے ڈی بی اور آئی ڈی بی سے عوام کی مرضی اور پارلیمنٹ کی منظوری کے ساتھ قرضے لیے جائیں گے اور کوئی کام مخفی نہیں ہوگا۔

یہاں ایک بڑا اَہم سروے بیان کرنا چاہوں گا۔ 1985ء سے لے کر 2013ء تک کے 28 سالہ دور میں برسر اِقتدار آنے والی حکومتوں نے IMF اور ورلڈ بینک سے جتنا قرض لیا، وہ کل 59 ارب ڈالر بنتا تھا۔ ہم اسے 60 ارب ڈالر کہہ سکتے ہیں۔ اِس کل قرضے کی سالانہ اَوسط نکالی جائے تو دو ارب دس کروڑ ڈالر بنتی ہے۔

اب معاشی ترقی کے دعوے دار موجودہ حکمران - جن کا کبھی یہ کہنا تھا کہ 'قرض اتارو، ملک سنوارو' - اِس وقت 180 ڈگری کی متضاد سمت پر چل رہے ہیں۔ اُنہوں نے صرف 11 ماہ میں 24 ارب ڈالر کا قرض منظور کروایا ہے۔ یہ قرض قسطوں میں ملے گا،جس میں سے بہت کچھ مل چکا ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب بھی نہیں کہ قرض لینے کا یہ سلسلہ اِسی ایک سال میں بند ہو جائے گا بلکہ حکمران ہر سال مزید قرضے منظور کرائیں گے۔ پھر short term قرضے بھی لیے جائیں گے۔ پاکستان پر 28 سال میں جتنا قرض چڑھا، اگر یہ حکومت پانچ سال رہی تو اس سے کئی گنا زیادہ مقروض کرے گی۔ یہ پاکستان کی نسلوں کو مقروض چھوڑ کر جائیں گے۔

viii۔ قومی اداروں کو منافع بخش بنانے کے اقدامات

پاک ریلوے، NHA، PIA، واپڈا، پاک اسٹیل، پورٹ قاسم، KPT، OGDC، PSO، SNG/SSG اور بہت سے قومی ادارے جنہیں نجکاری کے نام پر بانٹا جارہا ہے - حالانکہ وہ نفع دے رہے تھے یا نفع دینے کے قابل ہیں - ہم ان اداروں کو ڈیڑھ سے دو سال کے اندر دوبارہ نفع بخش بنائیں گے۔ اِس سے ایک ہزار ارب روپے سالانہ آمدن ہوگی۔

پاکستان میں تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ ایسے قومی اِداروں کو منافع بخش بنانے کے بجائے بیچ کر کھانے کا سامان ہو رہا ہے اور IMF اور World Bank سے لیے گئے قرضوں کی ادائیگیاں ہو رہی ہیں۔

ix۔ سادہ طرزِ زِندگی کا نظام

سرکاری طور پر سادہ طرزِ زندگی کا نظام اپنایا جائے گا۔ ترقیاتی بجٹ کے نام پر کروڑ ہا روپے MNAs اور MPAs کی جیبوں میں جاتے ہیں۔ غریب اور چھوٹے ملازمین کی تنخواہیں تو صرف پانچ دس فیصد بڑھتی ہیں جب کہ اِقتدار پر براجمان MNAs اور MPAs کی تنخواہیں یک لخت ایک بل کے ذریعے سو فیصد سے دو سو فیصد تک بڑھا دی جاتی ہیں۔ حرام خوری اور کرپشن کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ غریب دشمنی اور ملک لوٹنے کے ایسے تمام اِقدامات پر پابندی ہوگی۔ نیز ایوانِ صدر، وزیر اَعظم ہاؤس، گورنر ہاؤسز، وُزرائے اَعلیٰ اور وزراء ومشیران کی تنخواہیں، perks اور priviliges پر برباد ہونے والے ہزار ہا ارب روپے سادہ نظامِ زندگی کے ذریعے سے پہلے مہینے میں ہی اِن شاء اللہ کنٹرول کر لیے جائیں گے کیونکہ یہ عوام کا حق ہے اور انہی کو ملے گا۔

اِنقلاب کیسے آئے گا؟

اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ پُر اَمن اِنقلاب کیسے آئے گا اور اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

سن لیں! اِنقلاب سراسر lawful اور قانون کے عین مطابق ہوگا۔ مگراے عوامِ پاکستان! اِنقلاب تنہا ڈاکٹر طاہر القادری اور اس کی پارٹی نہیں لائے گی بلکہ اِنقلاب کے لیے ہر شخص کو کھڑا ہونا ہوگا۔ یہ خون خوار لوگ کبھی آپ کی بیٹیوں کے سروں پر دوپٹے نہیں دیں گے۔۔۔ کبھی غربت میں جلتے ہوؤں کو سکھ نہیں دیں گے۔۔۔ آپ کے تعلیم یافتہ بچوں اور جوانوں کو روزگار نہیں دیں گے۔۔۔ آپ کو شریکِ اِقتدار نہیں کریں گے۔۔۔ آپ کے گھر کی دہلیز تک انصاف نہیں پہنچائیں گے۔۔۔ اِس ملک میں حقیقی جمہوریت کے راج اور پُراَمن عوامی اِنقلاب کے لیے آپ کو خود اٹھنا ہوگا۔ حقیقی تبدیلی کا وقت قریب ہے، تاریک رات ختم ہونے والی ہے اور صبحِ اِنقلاب کا سورج طلوع ہونے والا ہے۔ اٹھو! آگے بڑھتے چلو تا کہ اِنقلاب کا سویرا آپ کی کوششوں سے جلد طلوع ہو۔

اُٹھ کہ بزمِ جہاں کا رنگ بدلیں

پروفیسر عون محمد سعیدی مصطفوی

اس وقت یہ بات تمام لوگوں کی زبان پر ہے کہ سسٹم کی تبدیلی کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں مگر ان کی یہ آرزو صرف اور صرف نعرے یا آرزو کی حد تک محدود ہے۔ عملی قدم اٹھانے کیلئے کم ہی لوگ تیار ہیں۔

ایک طرف تو ہم سسٹم کی بہتری چاہتے ہیں مگر دوسری طرف ہم گھروں سے نکلنے کے لئے تیار نہیں۔ موت کا خوف ہمیں ہلنے نہیں دیتا۔ یاد رکھیئے! اگر ہم ظلم سے نجات چاہتے ہیں۔۔۔ اگر ہم اپنے گھروں میں خوشحالی چاہتے ہیں۔۔۔ اگر ہم اپنی اولادوں کا بہتر مستقبل چاہتے ہیں۔۔۔ تو اس کے لئے ہمیں حرکت میں آنا ہوگا، آرام دہ بستروں کو ترک کرنا ہوگا اور پورے عزم و ہمت کے ساتھ جان کے خوف سے بے پرواہ ہوکر میدان عمل میں نکلنا ہوگا۔

مصالحت نہ سکھا جبر ناروا سے مجھے
میں سربکف ہوں لڑا دے کسی بلا سے مجھے

جب تک ہم باہر نکلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تب تک تبدیلی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ صرف نیک خواہشات سے نہ کوئی تاج محل تعمیر ہوتا ہے اور نہ ہی کوہ قاف فتح ہوتا ہے۔ صرف نیک تمناؤں سے آج تک کہیں بھی تبدیلی نہیں آئی۔ اس کے لئے خوش نما باتوں، بلند بانگ دعووں اور حالات کا ماتم کرنے کی نہیں بلکہ انتھک محنت اور عملی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

فقط باتیں اندھیروں کی، محض قصے اجالوں کے
چراغ آرزو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم نکلے

جب تک ایک طاقتور اتحاد سامنے نہیں آجاتا۔۔۔ جب تک ایک مضبوط قیادت کی بیعت و اطاعت نہیں کرلی جاتی۔۔۔ جب تک لوگ ظالموں کو اٹھا کر بحیرہ عرب میں پٹخ دینے کا عزم بالجزم نہیں کرلیتے۔۔۔ جب تک علماء کرام اور دانشور حضرات جمہوریت کی لعنت سے اپنی جان چھڑانے کا قطعی فیصلہ نہیں کرلیتے۔۔۔ اور جب تک عوام پوری قوت کے ساتھ دیوانہ وار اٹھ نہیں کھڑے ہوتے، تب تک تبدیلی صرف ایک خواب ہی رہے گی جس کا حقیقت کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ حالات نہ صرف جوں کے توں رہیں گے بلکہ پہلے سے بھی بدتر ہوں گے۔

تبدیلی کی خواہش رکھنے والے اچھی طرح کان کھول کر سن لیں کہ اس کے لئے گھروں سے باہر نکلنا ایک تاریخی حقیقت ہے۔ ہمیشہ تبدیلی صرف اور صرف اسی طریقہ سے آئی ہے۔ انفرادی تبدیلی کے لئے انفرادی طور پر باہر نکلنا پڑتا ہے اور اجتماعی تبدیلی کے لئے اجتماعی طور پر باہر نکلنا پڑتا ہے۔ بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور سب کچھ راہ حق میں

لٹانا پڑتا ہے تب کہیں جاکر انقلاب کا سویرا طلوع ہوتا ہے۔

قرآن، حدیث، سیرت اور تاریخ یہی کچھ سکھاتی ہے، عقل و خرد کا تقاضا بھی یہی ہے کہ حق کے لئے باہر نکلنے کی سوچ بناؤ۔۔۔ تبدیلی کے لئے گھروں سے باہر نکلو۔۔۔ انقلاب کے لئے آرام دہ بستروں کو ترک کرو تبھی یہ نتیجہ نکلے گا کہ سب کچھ بدل کے رہ جائے گا۔۔۔ ظلم حواس باختہ ہوجائے گا۔۔ باطل کے ایوانوں میں زلزلے بپا ہوں گے۔۔۔ عوام کا خون چوسنے والوں سے پائی پائی کا حساب لیا جائے گا اور جو کچھ تم چاہتے ہو ویسے کا ویسا ہوجائے گا اور اگر تمہارا باہر نکلنے کا کوئی پروگرام نہیں تو پھر تبدیلی کی آرزو ترک کردو اور چپ کرکے جوتے کھاتے رہو۔ درد کی شدت سے چلانے کی کوشش بھی نہ کرو ورنہ شکنجہ سخت سے سخت تر کردیا جائے گا۔

عوام کا طاقتور ریلا ملوکیت، جمہوریت اور آمریت کے پہاڑوں سے ٹکرا کر انہیں ریزہ ریزہ کردیتا ہے۔ کروڑوں انسانوں کا صرف پرامن طور پر اپنے گھروں سے باہر نکل آنا ہی ظلم و ستم کے تراشیدہ بتوں کو پاش پاش کردینے کے لئے کافی ہے۔

دنیا میں قتیل اس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

تبدیلی کے لئے گھروں سے باہر نکلنا کس حد تک ناگزیر ہے، اس حوالہ سے چند چشم کشا آسمانی اور تاریخی حقائق ملاحظہ ہوں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا. (النساء: 95)

’’مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو (جہاد سے جی چرا کر) بغیر کسی (عذر) تکلیف کے (گھروں میں) بیٹھ رہنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں (یہ دونوں درجہ و ثواب میں) برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر مرتبہ میں فضیلت بخشی ہے اور اللہ نے سب (ایمان والوں) سے وعدہ (تو) بھلائی کا (ہی) فرمایا ہے، اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو (بہر طور) بیٹھ رہنے والوں پر زبردست اجر (و ثواب) کی فضیلت دی ہے‘‘۔

یہ آیت واضح طور پر بتارہی ہے کہ اللہ کے دین کو غالب کرنے کیلئے گھروں سے باہر نکلنا لازم ہے۔ وہ لوگ جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسے لوگوں کو اجر عظیم کے ساتھ فضیلت عطا کی ہے جو میدان عمل میں جدوجہد کرتے ہیں۔ جہاں تک غیر مسلموں کے ساتھ جہاد کا تعلق ہے تو اس میں قتال بھی ضروری ہے مگر جب مسلمان ملک میں غلبہ دین کے لئے جہاد کیا جائے گا تو اس کے لئے مسلح جدوجہد نہیں کی جائے گی بلکہ پرامن، باشعور، طاقتور عوامی انقلاب کی ضرورت ہے۔ جب مسلمانوں کی اکثریت نظام بدلنے کے لئے گھروں سے باہر نکل کھڑی ہوگی تو کامیابی انکے قدم چومے گی، شیطانی نظام کا خاتمہ ہوگا اور مصطفوی نظام کا غلبہ ہوگا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ

وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ.(التوبة: ۱۱۸)

’’اور ان تینوں شخصوں پر (بھی نظرِ رحمت فرمادی) جن (کے فیصلہ) کو مؤخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانا نہیں بجز اس کی طرف (رجوع کے)، تب اللہ ان پر لطف وکرم سے مائل ہوا تاکہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں، بے شک اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا، نہایت مہربان ہے‘‘۔

اس آیت کریمہ میں غزوہ تبوک کے موقع پر پیچھے رہ جانے والے اور گھروں سے باہر نہ نکلنے والے تین صحابہ کرام کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کا بیان ہے۔ حضور ﷺ تو اپنے تیس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ گھروں کو چھوڑ کے ہزاروں میل دور تبوک کی طرف روانہ ہوگئے مگر مذکورہ تین صحابہ کرام بلاعذر گھروں میں بیٹھے رہ گئے اور منافقین تو ویسے ہی جھوٹے بہانے بنا کر گھروں میں بیٹھے رہے اور حضور ﷺ کے ساتھ شریک نہ ہوئے۔ جب حضور ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تو یہ تینوں حضرات حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی کی درخواست پیش کی۔ حضور ﷺ نے تاحکم ثانی تمام مسلمانوں کو ان کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع فرمادیا۔ جس پر کوئی بھی مسلمان نہ تو ان سے ہمکلام ہوتا تھا اور نہ ہی ان کو سلام کا جواب دیتا تھا۔ تینوں صحابہ کرام کے لئے تمام مسلمان اجنبی ہوگئے اور شہر کے کوچہ و بازار اور گھر کے در و دیوار بالکل غیر مانوس ہوگئے۔ وہ شب و روز گڑگڑاتے اور اللہ تعالیٰ سے معافیاں مانگتے۔ اسی دوران غسان کے بادشاہ کا ایلچی اس کا ایک خط لے کر حضرت کعب کے پاس آیا جس میں لکھا تھا کہ تمہارے نبی نے تمہارے ساتھ بہت ناروا سلوک کیا ہے۔ تم ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہیں بہت زیادہ عزت دیں گے۔ یہ خط پڑھ کر حضرت کعبؓ آگ بگولا ہوگئے اور اسے آگ لگادی اور ایلچی سے کہا کہ اپنے بادشاہ کو کہہ دینا کہ یہی اس کے خط کا جواب ہے۔ نیز آپ نے اپنے دل میں کہا کہ میں کتنا بدبخت ہوگیا ہوں کہ آج ایک کافر کو یہ جرأت ہوگئی ہے کہ وہ میری متاعِ ایمان پر ڈاکہ ڈال رہا ہے۔ تینوں صحابہ کرام کو اسی رنج وغم میں چالیس دن گزر گئے۔ چالیسویں دن حضور ﷺ کی طرف سے حکم آیا کہ اپنی بیویوں سے بھی علیحدہ رہو۔ جس پر ان حضرات کی بیویاں بھی اپنے میکے چلی گئیں۔ پچاسویں دن مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان حضرات کی توبہ قبول ہوئی۔ حضور ﷺ نے اپنے ان غلاموں کو توبہ کی قبولیت پر مبارکباد پیش کی اور تمام صحابہ کرامؓ نے بھی جوق در جوق مبارکبادیاں پیش کیں۔

مذکورہ واقعہ سے ان مسلمانوں کی عبرت حاصل کرنی چاہئے جو ہر پانچ سال کے بعد کافرانہ نظامِ انتخاب کے تحت ایک آدھ ووٹ ڈال کے اپنے آپ کو سبکدوش کرلیتے ہیں اور غلبہ دین کے لئے اپنے گھروں سے باہر نکل کر انقلاب لانے کے لئے تیار نہیں۔

☆ یہاں ایک اور واقعہ کا بیان بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ اسی غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت ابوخیثمہ جو شروع میں حضور ﷺ کے لشکر کے ساتھ روانہ نہ ہوئے تھے۔ ایک روز جب وہ دوپہر کے وقت اپنے گھر آئے اور دیکھا کہ ان کی دونوں بیویوں نے اپنے اپنے چھپر کے نیچے چھڑکاؤ کیا ہوا ہے اور ٹھنڈے پانی کی صراحیاں رکھی ہوئی ہیں اور لذیذ کھانا تیار ہے تو کچھ سوچ کر دہلیز پر ہی رک گئے اور اپنے دل میں کہنے لگے ’’صد حیف! اللہ تعالیٰ

کا محبوب تو اپنے گھر کو چھوڑ کر چلچلاتی دھوپ اور گرم لو میں سفر کی تکلیفیں برداشت کر رہا ہو اور ابوخیثمہ کے لئے ٹھنڈی چھاؤں میں پلنگ بچھا ہوا ہو، اس کے پینے کے لئے ٹھنڈا پانی اور کھانے کے لئے لذیذ کھانا موجود ہو اور دو خوبرو بیویاں اس کی خدمت میں مصروف ہوں، بخدا یہ انصاف نہیں''۔ پھر انہوں نے اپنی بیویوں سے فرمایا کہ ابوخیثمہ جب تک اپنے حبیب سے جا کر نہیں مل جاتا تب تک وہ ٹھنڈے سایہ میں نہیں بیٹھے گا۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور تبوک کی راہ لی۔ جب آپ طویل سفر طے کر کے حضور ﷺ کے لشکر کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے دور سے ہی دیکھ کر فرمایا کہ یہ ابوخیثمہ ہوگا۔ انہوں نے حاضر خدمت ہوکر اپنا قصہ عرض کیا تو حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور ان کے لئے دعا خیر فرمائی۔

اگر اس واقعہ کو پڑھ کر بھی ہمارے دلوں میں عوامی انقلاب کے لئے، نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے اپنے گھروں سے باہر نکلنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا تو پھر ہمارے دلوں کے تالے دنیا کی کوئی طاقت نہیں کھول سکتی۔

☆ ہجرت کیا ہے؟ یعنی اپنا سب کچھ مستقل طور پر چھوڑ کے میدان میں نکل پڑنا۔ گھر بھی چھوڑ دو، مال بھی چھوڑ دو، کاروبار بھی چھوڑ دو، زمین بھی چھوڑ دو، تعلقات بھی چھوڑ دو اور بے سروسامانی کی حالت میں اللہ کے دین کے لئے باہر نکل کھڑے ہو۔ حضور ﷺ نے ۵ نبوی میں پہلے مسلمانوں کی ایک جماعت (گیارہ مرد، چار عورتوں) کو حبشہ کی طرف ہجرت کرائی، وہ لوگ اپنے گھر چھوڑ کر چلے گئے۔

پھر دوسری جماعت (تراسی مرد، اٹھارہ عورتوں) کو حبشہ کی طرف ہجرت کرائی۔ پھر ہجرت مدینہ ہوئی اور حضور ﷺ سمیت مسلمانوں کی اکثریت نے اپنا گھر چھوڑ دیا۔

مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں ایک حضرت صہیب رومی بھی تھے۔ مکہ میں آپ کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ حضور ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو آپ کا دل بے چین ہوگیا اور طبیعت بے قرار رہنے لگی۔ آپ نے بھی اپنا گھر چھوڑ کر مدینہ جانے کا پروگرام بنالیا۔ جب مکہ سے رخصت ہونے لگے تو چند نوجوانوں نے آکر ان کا گھیراؤ کرلیا اور کہا کہ اے صہیب! تم اپنا سارا مال و متاع لے کر یہاں سے جانا چاہتے ہو، ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنا سارا مال تمہارے حوالے کردوں تو کیا پھر تم مجھے جانے دو گے؟ انہوں نے کہا، ہاں! آپ نے فرمایا کہ یہ لو میرا سارا مال و متاع اور مجھے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں جانے دو جب آپ اپنا سب کچھ نام مصطفیٰ ﷺ پہ لٹا کر مدینہ پہنچے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ربح صهيب، ربح صهيب

(صہیب نے بڑا نفع کمایا، صہیب نے بڑا نفع کمایا)

ذرا غور کیجئے کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام نے تو دین کی خاطر اپنے آبائی گھروں کو مستقل طور پر چھوڑ دیا مگر ہم ہیں کہ عارضی طور پر بھی اپنے گھروں سے باہر نکلنے کو تیار نہیں۔ پھر تبدیلی کیسے آئے گی۔۔۔؟ پھر دین کیسے نافذ ہوگا۔۔۔؟ پھر ظلم کے نظام کا خاتمہ کیسے ہوگا۔۔۔؟ پھر ظالموں سے نجات کیسے ملے گی۔۔۔؟ پھر سود، رشوت، کرپشن، مہنگائی، بے روزگاری، اغوا، بدکاری، چوری، ڈاکہ کیسے ختم ہوں

طاقت اسی قوم کو حاصل ہوتی ہے جو گھروں سے باہر نکل کر سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو، جسے موت کا کوئی خوف نہ ہو، جو غلامانہ سوچ کی مالک نہ ہو اور جو عزت کی زندگی گزارنا چاہتی ہو۔

گے۔۔۔؟ پس ضروری ہے کہ ہم بھی ہجرت مصطفی ﷺ اور ہجرت صحابہ سے سبق حاصل کریں اور انقلاب کے لئے اپنے گھروں سے باہر نکلیں تا کہ ایک خوشگوار مستقبل ہمارا مقدر بن سکے۔

☆ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سب سے زیادہ تذکرہ آیا ہے۔ آپ نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو ایک طویل عرصہ تک مصر میں فرعون کے خلاف گھروں سے باہر نکلنے کے لئے تیار کیا۔ بالآخر جب قوم کے لوگ اپنے گھروں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوکر باہر نکل پڑے تو حق و باطل کی ایک صبر آزما جنگ شروع ہوگئی، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کردیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ظلم سے نجات عطا فرمائی۔

> آدمی نعرے تو حسینؓ کے لگاتا پھرے مگر باطل نظام سے ٹکرانے کے لئے گھر سے باہر نکلتے ہوئے اس پہ لرزہ طاری ہوجائے تو یہ حسینیت نہیں کوفیت ہے۔

جب تک وہ لوگ خاموشی کے ساتھ گھروں میں رہے تو ظلم کی چکی میں پستے رہے، ان کے بچے ذبح ہوتے رہے، ان کی عورتیں ظالموں کی کنیزیں اور نوکرانیاں بنی رہیں، مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مضبوط قیادت میں باہر نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور ظالمانہ فرعونی نظام سے نجات حاصل ہوئی۔ آج اگر ہم بھی ظلم سے نجات چاہتے ہیں تو باہر نکلنا ناگزیر ہے۔ ورنہ اسی طرح ذلیل وخوار ہوتے رہیں گے۔

☆ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا یہ مکالمہ بھی ہمارے عقل وشعور کے بند دریچے کھولنے کے لئے کافی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے ہجرت کی تو آپ وادی سینا میں فروکش ہوگئے۔ ایک سال وہیں قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے بنی اسرائیل کو شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِىْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ.

’’اے میری قوم! (ملکِ شام یا بیت المقدس کی) اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور اپنی پشت پر (پیچھے) نہ پلٹنا ورنہ تم نقصان اٹھانے والے بن کر پلٹو گے‘‘۔ (المائدۃ:۲۱)

موسیٰ علیہ السلام نے انہیں عزت کی زندگی پانے کے لئے ایک مرتبہ پھر گھروں سے باہر نکلنے کا حکم دیا مگر وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ. (المائدة: ۲۲)

’’انہوں نے (جواباً) کہا اے موسیٰ! اس میں تو زبردست (ظالم) لوگ (رہتے) ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ اس (زمین) سے نکل جائیں، پس اگر وہ یہاں سے نکل جائیں تو ہم ضرور داخل ہو جائیں گے‘‘۔

اس پر انہیں حضرت یوشع بن نون اور کالب نے جو نصیحت کی وہ حسب ذیل ہے:

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. (المائدة:۲۳)

’’ان (چند) لوگوں میں سے جو (اللہ سے) ڈرتے تھے دو (ایسے) شخص بول اٹھے جن پر اللہ نے انعام

فرمایا تھا (اپنی قوم سے کہنے لگے:) تم ان لوگوں پر (بلا خوف حملہ کرتے ہوئے شہر کے) دروازے سے داخل ہوجاؤ، سو جب تم اس (دروازے) میں داخل ہوجاؤ گے تو یقیناً تم غالب ہوجاؤ گے، اور اللہ ہی پر توکل کرو بشرطیکہ تم ایمان والے ہو‘‘۔

مگر انہوں نے مزید جاہلانہ بات کی۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ.

’’انہوں نے کہا اے موسیٰ! جب تک وہ لوگ اس (سرزمین) میں ہیں ہم ہرگز کبھی بھی وہاں داخل نہیں ہوں گے، پس تم اور تمہارا رب (ایک ساتھ) جاؤ اور جنگ کرو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں‘‘۔ (المائدۃ:۲۴)

خلاصہ یہ کہ انہوں نے انتہائی بے باکی کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا کہ ہم ایسی جابر (پاورفل) قوم سے ٹکر لے کر اپنے بچوں کو یتیم اور اپنی بیویوں کو بیوہ کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ پہلے آپ اور آپ کا خدا ان سے جاکر لڑو، جب وہ وہاں سے چلے جائیں گے پھر ہم وہاں کا رخ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں وہاں کی زرخیز زمینیں، ٹھنڈے پانی کے چشمے، پھلوں سے لدے ہوئے باغات اور عزت کی زندگی نہیں چاہئے۔ ہم تو واپس مصر جاتے ہیں وہاں اگرچہ غلامی کی ذلت ہے لیکن موت کا اندیشہ تو نہیں۔

موت کے خوف کی وجہ سے جب انہوں نے گھروں میں بیٹھے رہنے کو ترجیح دی تو اس پر اللہ و رسول ان پر ناراض ہوگئے اور چالیس برس تک ان کے لئے ملک شام کی حکومت حرام کردی گئی۔ وہ مختلف بیابانوں اور صحراؤں کی خاک چھانتے رہے۔ پھر جب غلامی کی گود میں پلے ہوئے اسرائیلی لقمہ اجل بن گئے اور آزادی کی فضا میں پیدا ہونے والے بچے پروان چڑھے تو انہوں نے شام پر حملہ کرکے اسے فتح کیا۔

معلوم ہوا کہ طاقت اسی قوم کو حاصل ہوتی ہے جو گھروں سے باہر نکل کر سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو، جسے موت کا کوئی خوف نہ ہو، جو ہمت کرکے میدان میں نکل آئے، جو غلامانہ سوچ کی مالک نہ ہو اور جو عزت کی زندگی گزارنا چاہتی ہو۔

اور اگر کوئی قوم اس کے لئے تیار نہ ہو تو پھر اس کے لئے کئی کئی صدیوں تک اقتدار، غلبہ، حکومت اور کرسی کو حرام کردیا جاتا ہے۔ وہ ذلت کی زندگی گزارتی ہے۔ ایسی قوم پر نہ خدا کو کوئی رحم آتا ہے اور نہ ہی اس کے پیغمبر کو۔ پیغمبر نے کہا:

فافرق بیننا و بین القوم الفاسقین.

اللہ تعالیٰ نے کہا:

فلا تاس علی القوم الفاسقین.

آج اگر اہل وطن بھی انقلاب کے لئے باہر نہیں نکلتے اور صرف ڈبوں میں پرچیاں ہی ڈالتے رہنے پر اکتفاء کرتے ہیں تو پھر ان کے لئے بھی ہر قسم کی عزت اور خوشی حرام ہے۔ کیونکہ ہم نے ابھی پڑھا کہ جو قوم انقلاب کے لئے باہر نہیں نکلتی وہ صدیوں پیچھے دھکیل دی جاتی ہے، اس کی طاقت چھین لی جاتی ہے اور اس کے لئے اقتدار

حسینیت آج بھی پکار پکار کے کہہ رہی ہے کہ ہر طرح کے حوادث سے بے پروا ہوکر میدان میں کود پڑو۔ پھر دیکھو کہ حالات کیسے نہیں بدلتے اور یزیدیت کے گھر میں صف ماتم کیسے نہیں بچھتی؟ مگر گھر سے باہر نکلنا لازم ہے، اس کے بغیر چارہ نہیں۔

ممنوع قرار دے دیا جاتا ہے۔ آج بھی وقت ہے اٹھیں اور تبدیلی لائیں۔

☆ نبی اکرم ﷺ کے جملہ غزوات اور خصوصاً فتح مکہ کو ملاحظہ کریں تو وہاں بھی یہی نظر آتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام اپنے گھروں کو چھوڑ کر باہر نکلے تو باطل کا زور ٹوٹا اور مکہ فتح ہوا۔ اس موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ دس یا بارہ ہزار کا لشکر تھا۔ یہ سب مکہ کو فتح کرنے کے عزم سے سرشار تھے اور نبوی قیادت پر بھرپور اعتماد رکھتے تھے۔ اگر یہ سب لوگ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے رہتے اور میدان عمل میں نہ نکلے تو کیا مکہ فتح ہوسکتا؟ یقیناً نہیں۔ پس فتح مکہ سے یہ سبق ملا کہ اگر تبدیلی اور کامیابی چاہئے تو پہلے باہم متحد ہوجائیں اور پھر مضبوط قیادت کی اطاعت کرتے ہوئے سر پہ کفن باندھے گھروں سے باہر نکل کھڑے ہوں۔ ان شاء اللہ باطل نیست و نابود ہوکر رہے گا۔

فتح مکہ کے حوالہ سے درج ذیل مختصر واقعات بھی انتہائی حد تک قابل توجہ ہیں۔

☆ جب صحابہ کرام کا لشکر حضور ﷺ کی قیادت میں مکہ کے قریب پہنچا اور حضرت سعد بن عبادہؓ جھنڈا لیے ابوسفیان کے قریب سے گزرے تو زور سے نعرہ لگایا **الیوم یوم الملحمۃ**۔ آج اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا دن ہے۔ ابوسفیان بے چین ہوکر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس نعرہ کی شکایت عرض کی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے اتنی غلط بات کیوں کردی بلکہ آج **الیوم یوم المرحمۃ**. یعنی آج اینٹ سے اینٹ بجانے کا نہیں بلکہ رحمت بھرے انقلاب کا دن ہے۔ آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعدؓ کے ہاتھ میں دے دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام خونی (طالبانی) انقلاب کا نہیں بلکہ پرامن، باشعور، طاقتور عوامی انقلاب کا داعی ہے۔

☆ جب حضور ﷺ اپنے لشکر جرار کے ساتھ فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو آپ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے اور سیاہ رنگ کا عمامہ پہنا ہوا تھا۔ اس شان و شوکت کو دیکھ کر ابوسفیان نے حضرت عباس سے کہا کہ اے عباس! تمہارا بھتیجا تو بادشاہ ہوگیا۔ حضرت عباس نے کہا کہ ابوسفیان! یہ بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے۔ آپ ﷺ کی شان تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ سورۃ فتح کی تلاوت فرمارہے تھے اور آپ کا سر اقدس بار بار تواضعاً اس حد تک جھک جاتا کہ اونٹنی کے پالان سے لگ جاتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب اسلام کو غلبہ نصیب ہوتا ہے تو وہ بادشاہت اور جمہوریت کی طرح جاہلانہ انداز میں نہ تو فساد فی الارض کا ارتکاب کرتا ہے اور نہ ہی جاہلانہ انداز میں فتح کے جشن مناتا ہے بلکہ وہ تو خدا کے سامنے عجز و انکسار کا درس دیتا ہے۔

☆ ایک واقعہ یہ ہوا کہ جب نماز کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ اسے دیکھ کر عتاب بن اسید نے کہا کہ خدا نے میرے باپ کی لاج رکھ لی اور اس آواز کو سننے سے پہلے ہی اسے دنیا سے اٹھالیا۔ ایک دوسرے قریشی سردار نے کہا کہ اب تو جینا ہی بے کار ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن کمزور لوگوں نے اول سے لے کر آخر تک انقلابی تحریک کا ساتھ دیا ہو آخر میں عزت بھی انہی کو ملنی چاہئے۔

☆ سیدنا امام حسینؓ کا باطل سے ٹکرانے کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلنا بھی تاریخ میں نقش کالحجر ہے۔ آپ

صرف نیک تمناؤں سے آج تک کہیں بھی تبدیلی نہیں آئی۔ اس کے لئے خوش نما باتوں، بلند بانگ دعوؤں اور حالات کا ماتم کرنے کی نہیں بلکہ انتھک محنت اور عملی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

نے باطل سے مقابلہ کے لئے اپنے نانا کا محبوب شہر مدینہ بھی چھوڑ دیا، پھر مکہ مکرمہ سے بھی کوچ فرمایا اور میدان کربلا جاکر ڈیرے لگادیئے۔ آپ کا یہ خروج، قیام اور اقدام نظام کی تبدیلی چاہنے والوں کے لئے ایک زبردست تقلید مثال ہے۔ آدمی نعرے تو حسینؓ کے لگاتا پھرے مگر باطل نظام سے ٹکرانے کے لئے گھر سے باہر نکلتے ہوئے اس پہ لرزہ طاری ہوجائے تو یہ حسینیت نہیں کوفیت ہے۔ سیدنا امام حسینؓ نے قیامت تک کے لئے ایک ایسی مثال قائم کردی کہ جس کی پھر کوئی مثال نہیں ملتی۔ حسینیت آج بھی پکار پکار کے کہہ رہی ہے کہ ہر طرح کے حوادث سے بے پروا ہوکر میدان میں کود پڑو۔ پھر دیکھو کہ حالات کیسے نہیں بدلتے اور یزیدیت کے گھر میں صف ماتم کیسے نہیں بچھتی؟ مگر گھر سے باہر نکلنا لازم ہے، اس کے بغیر چارہ نہیں۔

☆ اگر آپ تحریک پاکستان کا جائزہ لیں تو وہاں بھی آپ کو ساری قوم گھروں سے باہر نکلی نظر آتی ہے۔ تمام مسلمانوں نے یہ عزم کرلیا تھا کہ پاکستان بناکے رہیں گے۔ پھر ایک بہت بڑی تحریک بپا ہوئی۔ ہر طرف جلسوں جلوسوں کا دور دورہ ہوا۔ عورتیں، بچے، جوان، بوڑھے سب میدان میں کود پڑے۔ اس تحریک نے اتنا زور پکڑا کہ حکومت وقت اس کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئی اور پاکستان وجود میں آگیا۔ اس موقع پر اگر لوگ آرام سے گھروں میں بیٹھے رہتے اور قربانیاں پیش نہ کرتے تو پاکستان کبھی بھی وجود میں نہ آتا۔

پس معلوم ہوا کہ کامیابی کے حصول کے لئے گھروں سے باہر نکلنا اور ہر طرح کی قربانی کے جذبہ سے سرشار ہونا بے حد ضروری ہے۔ آج بھی اگر پاکستانی قوم تہیہ کرلے کہ اس نے نفاذ نظام مصطفیٰ کے لئے ایک مضبوط قیادت کے پیچھے بہر صورت گھروں سے باہر نکلنا ہے تو کامیابی اس کے قدم ضرور چومے گی۔

ایران، تیونس، مصر، لیبیا وغیرہ کی عوامی تحریکیں بھی ہمارے اس موقف کی بھرپور تائید کرتی ہیں کہ جب عوام گھروں سے باہر نہیں نکلے تب تک حکومتی ایوانوں میں زلزلے بپا نہیں ہوئے۔

عوام کا طاقتور ریلا جب ملوکیت، جمہوریت اور آمریت کے پہاڑوں سے ٹکراتا ہے تو انہیں ریزہ ریزہ کرکے چھوڑتا ہے۔ کروڑوں انسانوں کا صرف پرامن طور پر اپنے گھروں سے باہر نکل آنا ہی ظلم وستم کے تراشیدہ بتوں کو پاش پاش کردینے کے لئے کافی ہے۔ لہذا اگر عوام ظلم وستم سے نجات چاہتی ہے تو اس کا واحد حل یہی ہے کہ وہ پورے جوش وخروش کے ساتھ ایک مضبوط قیادت کی سرکردگی میں میدان میں نکل آئے تب ہی ظلم وستم کا خاتمہ ہوگا اور عدل وانصاف کا سورج طلوع ہوگا۔

یہ ہماری سوچی سمجھی رائے ہے کہ جو مذہبی و سیاسی جماعتیں اپنے لوگوں کو نظام کی تبدیلی کے لئے باہر نکلنے سے منع کرتی ہیں وہ دراصل نظام مصطفیٰ کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ بلکہ یوں کہیئے کہ وہ بھی باطل نظام کی محافظ ہیں۔ سیکولر طبقہ اس نظام کا کھلا محافظ ہے اور وہ خاموش محافظ۔

فرید ملت حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ

ایک کثیر الجہت شخصیت

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے والد گرامی فرید ملت حضرت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کی شخصیت پر جس قدر فخر اور امت مسلمہ جس قدر ہدیہ تشکر پیش کرے کم ہے۔ ان کے حسنِ طلب اور کمالِ تربیت نے عالم اسلام کو قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی صورت میں ایک ایسی انقلابی قیادت عطا کردی ہے جو مقہور و مجبور طبقہ کی آواز بن کر باطل قوتوں کو للکار رہی ہے اور جس کے نعرۂ مستانہ سے وقت کی بڑی بڑی سامراجی، طاغوتی اور استحصالی قوتوں کے ایوان لرزنے لگے ہیں۔

فرید ملت حضرت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کی شخصیت ایک ایسا کثیرالجہت نگینہ ہے جس کی ہر ہر جہت اپنی آب و تاب اور چمک دمک کے اعتبار سے جداگانہ شان کی حامل نظر آتی ہے۔ آپ اپنے ہر ہر وصف اور شخصیت کے ہر ہر پہلو کے اعتبار سے نابغۂ روزگار تھے۔ آپ جہاں علم و عرفاں کے میدان کے عدیم النظیر شہسوار تھے وہیں بحرِ معرفت کے مشتاق شناور بھی تھے۔۔۔ جہاں ایک طرف توکل علی اللہ اور فقر و استغناء کی تصویر تھے وہیں زہد و ورع اور تقویٰ و طہارت کے پیکر مجسم بھی۔۔۔ جہاں ایک طرف ہمہ وقت عشق رسالتمآب ﷺ میں سرشاری و استغراق آپ کا طرہ امتیاز تھا وہیں نسبت غوثیت مآبؓ میں گرفتاری آپ کی پہچان تھی۔۔۔ شعروسخن کی دنیا ہو یا طب و ڈاکٹری کا میدان۔۔۔ نبض شناسی کا فن ہو یا تعلیم و تدریس کا ہنر۔۔۔ ہر ہر میدان میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔

خوش خلق، طبیعت میں تواضع و انکسار، ظرف میں کشادگی، سخاوت، غریب پروری، اپنوں، غیروں سبھی سے حسن سلوک اور صلہ رحمی آپ کے مزاج کا حصہ تھی۔۔۔ ہر ایک کو اتفاق اور صلح جوئی کا پیغام دیتے۔۔۔ حرف شکوہ زبان پر نہ لاتے۔۔۔ مصیبت میں کمال صبروتحمل کا مظاہرہ کرتے۔۔۔ کسی محفل میں بیٹھتے تو ذہنی اور جسمانی دونوں حوالوں سے حاضر رہتے۔۔۔ پوری دلچسپی سے لوگوں کی باتیں اور ان کے مسائل سنتے اور کبھی بیزاری و اکتاہٹ کا اظہار نہ کرتے۔۔۔ ہر شخص سے اس کے مزاج کے مطابق گفتگو کرتے۔۔۔ ایک ہی ملاقات میں کسی اجنبی کا احساس اجنبیت ختم ہوجاتا اور وہ یوں محسوس کرتا جیسے حضرت فرید ملت کو وہ برسوں سے جانتا ہے۔ اپنی علمیت اور شخصیت دوسروں پر مسلط نہ کرتے بلکہ ان سے ملنے والے اپنے اندر ایک اعتماد سا محسوس کرتے۔

فرید ملت حضرت ڈاکٹر فریدالدینؒ کی مجاہدوں، ریاضتوں، زیارتوں اور روحانی و دینی علوم کے حصول کے لئے بھرپور اور ہمہ وقت متحرک چھپن سالہ حیات کا بنظرِ عمیق جائزہ لیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے سامنے مسلمانان عالم کی اللہ کے دین سے بے توجہی کا راز منکشف ہوچکا تھا۔ وہ نبض شناس ملت کی حیثیت سے ملت

اسلامیہ کے اصل روگ اور مرض کی تشخیص کرچکے تھے اور اس کے مکمل علاج کے لئے بارگاہ ایزدی سے کسی ایسے مسیحا کے متمنی تھے جو باہمی تعصّبات و اختلافات کے روگ میں گرفتار ملت کو اس کی عظمت رفتہ لوٹانے کی جدوجہد کی شاہراہ پر گامزن کردے۔ یہی سبب ہے کہ ان کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی التجاؤں اورخشوع وخضوع سے مانگی گئی دعاؤں کو ان کے مولا کے حضور جب شرف قبولیت عطا ہوااور ان کے آنگن میں ''محمد طاہر'' کی صورت میں متبسم و معطرگل، کھل اٹھا تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔

پھر اسی کی آبیاری کرنے اور پروان چڑھانے کااہتمام بطریق احسن کرنے میں لگے رہے۔ کیونکہ یہی وہ گوہرمقصود تھا جس کو پانے کے لئے انہوں نے مقام ملتزم پر کھڑے ہوکر غلاف کعبہ کوتھام کر اپنے مولا کے حضور رو رو کر دست سوال دراز کیا تھا۔ یوں لگتا ہے کہ وہ اس بچے کی ہمہ جہت تربیت کرنے کی خواہش سے لبریز ہوچکے تھے۔ آپ کی روحانی بصیرت پوری طرح بھانپ چکی تھی کہ ملت کی طوفانوں میں گھری ہوئی کشتی کو ساحل مراد ان کے اسی فرزند ارجمند کے ہاتھوں نصیب ہوگا۔ اپنی امیدوں کے اس مرکز کو روحانی، علمی، اخلاقی اور دینی سرمایہ منتقل کرنے کے لئے پہلے خود کو مختلف روحانی و دینی بارگاہوں سے بدرجہ اتم مستفیض کیا۔ ان فیض کے چشموں اور اولوالعزم برگزیدہ ہستیوں کی بارگاہوں میں پلٹ پلٹ کر حاضریاں دیں اور اپنے اللہ کے حضور بے پایاں فیوض و برکات کے لئے رو رو کر دعائیں مانگیں۔ جوں جوں ان کا لخت جگر منازل زندگی طے کررہا تھا وہ بڑے بھرپور طریقہ اور خصوصی توجہ کے ساتھ اپنے اس بیٹے کو روحانی و دینی سرمایہ منتقل کرنے میں ہمہ تن مصروف عمل رہے۔

قائد انقلاب کی روحانی تربیت کا اہتمام

حضرت فرید ملتؒ جس خزینہ معرفت سے اللہ تعالیٰ کے خصوصی لطف و کرم کے ذریعے فیضیاب ہوکر روحانیت کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوچکے تھے۔ آپؒ کی دلی خواہش تھی کہ یہ دولت عظمیٰ ان کے فرزند دلبند کو بھی نصیب ہو اس لئے انہوں نے قائد انقلاب کو بچپن ہی سے باقاعدہ اور مسلسل تربیتی مراحل سے اپنی نگرانی میں گزارا۔ اپنی صحبت و تربیت کے زیر اثر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عشق و محبت، دین اسلام کی چاہت و رغبت، روحانی اعمال و احوال کے ساتھ قلبی لگاؤ یہ تمام چیزیں بچپن ہی سے ان کے اندر راسخ کردی تھیں۔ سن شعور سے قبل ہی آپ کو اپنے ساتھ نماز ادا کرنے کی عادت ڈالی۔ اوائل عمری ہی میں قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم کی تکمیل کا اہتمام کیا اور بعد ازاں اپنی تربیت وصحبت سے رات کو اٹھنے کی عادت بھی قابل رشک طریقے سے پیدا فرمائی۔ انہوں نے اپنی زبان مبارک سے قائد انقلاب کو رات تہجد کے لئے کبھی نہ فرمایا کہ ''تہجد کے لئے اٹھو'' بلکہ معمول یہ تھا کہ جب خود اٹھتے تو سردیوں کی راتوں میں سوہن حلوہ یا بسکٹ یا ایسی ہی کوئی اور چیز گرم دودھ کے ساتھ ان کے بستر کے قریب لاکر رکھ دیتے اور وضو کے لئے پانی بھی خود اپنے ہاتھ سے گرم کرکے ان کے پاس رکھ دیتے۔ آپؒ کے قدموں کی آہٹ سے خودبخود قائد انقلاب کی آنکھ کھل جاتی تو آپؒ کمال محبت و شفقت سے فرماتے ''بیٹے میں نے تمہارے وضو کے لئے پانی گرم کرکے رکھ دیا ہے اور کچھ دودھ اور سوہن حلوہ ہے، وضو کرکے کھالینا'' اس طرح ایک احسن ترغیب سے بالواسطہ ایک مستقل عادت شب بیداری آپ کے اندر پیدا کرنے کا اہتمام فرمادیا۔

تسکین روح کی تلاش

حضرت فرید ملتؒ کے ذوق میں بڑا تنوع تھا۔ آپ کی شخصیت میں بڑی جامعیت اور ہمہ گیریت تھی۔ علمی، ادبی، طبی، فکری، عالمانہ، فقہی اور تحقیقی ذوق کے ساتھ ساتھ آپ کے اندر ابتدا ہی سے روحانی وصوفیانہ ذوق کا جذبہ بڑی فراوانی کے ساتھ موجود تھا۔ فرید ملت کے متعلق

مصدقہ روایت ہے کہ آپ نو یا دس گیارہ برس کے تھے کہ اپنے شہر سے تین چار میل دور دریائے چناب کے کنارے چلے جاتے تھے اور وہاں گھنٹوں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے سورہ واللیل اور دیگر وظائف کے ورد کرتے تھے۔ تسکین روح کے جس متلاشی کی میلان طبع کا بچپن میں یہ حال ہو، آگے چل کر اس نے کتنے روحانی مقامات طے نہ کئے ہوں گے۔ ان کے اسی ذوق کی تسکین کا سامان اللہ تعالیٰ نے ان کو علم لدنی سے نواز کر بہم پہنچادیا تھا۔ جہاں خداوند قدوس کی خصوصی رحمتوں سے آپ کو عدیم المثال خطیب، بلند پایہ محقق، عظیم عالم دین اور جلیل القدر طبیب ہونے کا شرف و امتیاز بخشا گیا وہاں آپ تصوف و روحانیت سے خصوصی شغف کی بنا پر راہ سلوک کی مسافتیں طے کرکے اعلیٰ مقامات پر فائز نظر آتے ہیں۔

آپ کبھی مزارات اولیاء کی زیارت کے لئے سرہند شریف تشریف لے جاتے، کبھی اجمیر شریف اور کبھی دلی کے اکابر اولیاء وصوفیاء عظام کے مزارات پر حاضری دے کر روحانی سکون حاصل کرتے۔ آپ کو اگر پتہ چلتا کہ فلاں جگہ کوئی مجذوب سکونت پذیر ہے تو آپ دور دراز کا سفر طے کرکے بھی ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے۔ اولیائے کرام کی بھی ان پر بڑی توجہات تھیں۔ پاکستان میں ان کو تین اولیائے کرام سے زندگی بھر بڑی نسبت رہی ایک سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ دوسرے بابا فریدالدین گنج شکرؒ اور تیسرے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ۔ بیرون ملک حضرت سیدنا بلالؓ، حضرت اویس قرنیؓ اور خصوصی طور پر مولانا جلال الدین رومیؒ کے مزار اقدس سے بے پناہ فیض حاصل کیا۔ سیدنا غوث الاعظمؓ کے مزار اقدس پر تو آپ باقاعدگی سے حاضری دیتے اور کئی کئی ماہ تک وہاں قیام کرتے۔ خود آقائے نامدار سرکار دو عالم ﷺ کی تو ان پر نوازشات کا عالم ہی کچھ اور تھا۔

روحانی فیض کی باقاعدہ تربیت آپ نے نقیب الاشراف حضرت سیدنا الشیخ ابراہیم سیف الدین الگیلانی البغدادیؒ (جو کہ حضور پیر صاحب سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادیؒ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی تھے) کے دست حق پرست پر بیعت کرکے پائی۔

فرید ملتؒ کی شب بیداری کا معمول

آپؒ راتوں کو اٹھ کر اپنے مولا کے حضور گریہ و زاری کرتے اور رو رو کر دعائیں مانگتے، خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ صمدیت میں سلسلہ آہ و فغاں جاری رہتا۔ قائد انقلاب اپنی پانچ سال عمر یعنی سن شعور سے قبل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''جب میں چھوٹا تھا تو رات کو اچانک آنکھ کھلنے پر میں دیکھتا کہ والد گرامیؒ نصف شب کے بعد مصلیٰ پر عبادت میں مشغول ہیں اور زارو قطار روتے چلے جارہے ہیں۔ مجھے وہ زمانہ یاد ہے کہ میں اپنی والدہ ماجدہ سے اس وقت پوچھتا تھا کہ ابا جان کیوں رو رہے ہیں؟ وہ مجھے فرماتیں: بیٹا! یہ عبادت کررہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رو رو کر اپنی التجائیں کرتے ہیں''۔

اوراد و وظائف اور معمولات

آپؒ شب زندہ دار تھے۔ رات کو بہت تھوڑی دیر کے لئے سوتے اور نصف شب کے بعد نماز فجر سے بہت پہلے بیدار ہوجاتے۔ پھر تہجد سے لے کر نماز اشراق اور نماز چاشت تک مسلسل مصلے پر چھ سات گھنٹے اللہ کی عبادت میں گزرتے۔ ان کا معمول تھا کہ کبھی کھڑے ہوکر اور کبھی بیٹھ کر قصیدہ بردہ شریف کے تمام اشعار ہر رات دست بستہ ہوکر اور مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہوکر ترنم کے ساتھ پڑھتے۔ اسی طرح حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کی طرف متوجہ ہوکر قصیدہ غوثیہ شریف کا ورد کرتے۔

حضرت فرید ملتؒ کا علمی مقام

کسی بھی علمی شخصیت کے مقام کے تعین کے

لئے درج ذیل حوالوں سے گفتگو کی جاسکتی ہے مثلاً اساتذہ کرام جن سے اکتساب فیض کیا، علوم وفنون، انداز تدریس، اسلوب تربیت، وسعت ذوق مطالعہ، قوت حافظہ و قوت استدلال وغیرہ۔ ان تمام حوالوں سے حضرت فرید ملت انفرادی حیثیت کے حامل تھے۔ آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا محمد یوسف سیالکوٹیؒ، مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ، سید انور شاہ کاشمیریؒ کے مقبول ترین شاگرد مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا عبدالشکور مہاجر مدنیؒ، مراکش کے شیخ المالکیؒ، شیخ محمد الکتانیؒ۔ رئیس علماء شام، شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد قادریؒ، حضرت ابوالبرکات سید احمد قادریؒ، حکیم عبدالوہاب نابینا انصاریؒ اور شفاء الملک حکیم عبدالحلیمؒ نمایاں ہیں۔

آپ عملی زندگی میں شعبہ طب کے ساتھ متعلق ہوگئے تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ نے درسی کتب کی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ جہاں بھی ہوتے دو تین گھنٹے ان علوم وفنون کے لئے وقف کرتے تھے۔ فرید ملت تمام مصروفیات کے باوجود مطالعہ جاری رکھتے۔ ہر روز ان کی چارپائی یا نشست کے ارد گرد چالیس پچاس کتب موجود رہتیں۔ مسلسل پانچ پانچ گھنٹے ورق گردانی کرتے رہتے۔ قلم ہاتھ میں رکھتے جہاں کہیں اہم نکتہ، دلیل میسر آتی اسے کتاب کی ابتداء میں نوٹ فرمالیتے اور صفحہ بھی لکھ دیتے۔ گویا ان کے مطالعہ میں نظم بھی قابل دید تھا۔

ان کے مطالعہ میں اکثر آنے والی کتب وہ ہیں جن کا موضوع فضائل و شمائل رسول ﷺ ہے خصوصاً امام شعرانی، امام نبہانی اور ابن القیم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے۔ تصوف کے ساتھ انہیں خصوصی شغف تھا۔ تصوف کی کتابوں میں سے سب سے زیادہ لگاؤ مثنوی کے ساتھ تھا۔ خصوصاً آخری عمر میں سوتے جاگتے مثنوی ان کے ساتھ ہوتی۔ ویسے تو دوران مطالعہ سامنے آنے والے سینکڑوں مسائل پر ان کے دیئے ہوئے حواشی اور نوٹ ہیں مگر ان عبارات پر جن میں حضور ﷺ کی فضیلت و عظمت کا بیان ہے ان کا نشان ضرور موجود ہے۔

شانِ توکل و استغناء

توکل، مردِ راہ داں اور سالکِ راہِ طریقت کے قلب و روح میں پیدا شدہ اس نورانی حالت کو کہتے ہیں جو الطافِ خداوندی اور قدرتِ کاملہ کی فوری نصرت اور بھرپور امداد پر کامل یقین و اعتماد کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ بندے کو یقین ہوتا ہے کہ دنیا تو زیرو زبر ہوسکتی ہے مگر اللہ کی رحمت نے جو وعدہ کیا ہے اس میں تخلف نہیں ہوسکتا۔ جونہی کوئی ضرورت پیش آئی اور حالات متقاضی ہوئے تو اس کی امداد اُمڈ کر آئے گی اور محبوب بندے کو اپنی آغوش عاطفت میں لے لے گی اور اسے رسوا و نادم نہیں ہونے دے گی۔

حضرت ڈاکٹر فریدالدین کی حیات مبارکہ پر ایک بھرپور نظر ڈالیں تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ مردِ درویش صرف طبیب جسمانی ہی نہ تھے بلکہ طبیب روحانی بھی تھے اور راہ سلوک میں باطنی طور پر باقاعدہ ان کی تربیت کی گئی تھی اور انہیں ایک متوکل طبیب روحانی بھی بنادیا گیا تھا۔

چونکہ صاحب نسبت اور راہ رو منزل خاص تھے اس لئے اس راہ کے پیچ وخم سے آگاہ کرنے اور اس سے کامیابی کے ساتھ گزارنے کے لئے قدم قدم پر ان کی دستگیری کی جاتی تھی اور روحانی فیوض و برکات سے مالا مال کرکے اگلے مراحل کے قابل بنادیا جاتا تھا تاکہ یہ شہباز پوری قوت کے ساتھ قدسی فضاؤں میں پرواز کے قابل ہوجائے اور تربیت کے مراحل میں کوئی ایسی خامی نہ رہ جائے جو بعد میں پریشانی کا باعث ہو۔ چنانچہ دیگر حقائق کے ساتھ توکل کے بارے میں خصوصی طور پر آپ کی تربیت اور رہنمائی کی گئی تھی اور اس سلسلے میں حضور غوث پاکؒ کا باطنی فیض بطورخاص دستگیر تھا۔

یہی وجہ تھی کہ طبی پریکٹس کے ابتدائی دنوں میں فکر معاش سے آزاد کرنے کے لئے ایک مجذوب نے

دست غیب کا ایک وظیفہ بتایا جس سے روزانہ پانچ روپے ملتے تھے۔ اس حالت کو شان توکل کے خلاف سمجھتے ہوئے حضور غوث پاکؒ نے اس سے منع فرمادیا اور اس وظیفہ پر خط تنسیخ کھینچ دیا۔ گویا اشارہ کردیا کہ پانچ روپے پر قائز رہنا تمہاری عظمت اور ہمت کے منافی ہے بلکہ نظر اس مالک اور اس کے کرم پر ہونا ضروری ہے جو شان کن فیکون رکھتا ہے۔

اس میں یہ اشارہ بھی تھا کہ درخشاں اور پرنور مستقبل کروڑہا روپے کے عظیم الشان اور فقید المثال منصوبوں کے ساتھ اپنے کشادہ بازہ پھیلائے کھڑا ہے۔ اگر ان پانچ روپوں پر تکیہ کئے بیٹھے رہے، تو ان کا کیا بنے گا؟ اس لئے اس کریم کے کرم پر بھروسہ کرنا سیکھو جس کے خزانے لازوال اور نوزانے کے انداز بے مثال ہیں۔

مرید باصفا کی نیاز مندی یہ ہے کہ اس نے بے چون و چرا یہ حکم تسلیم کریا اور وہ وظیفہ پڑھنا چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کاروباری زندگی میں ہر جگہ کامیابیوں نے قدم چومنا شروع کردیئے۔ جونہی کوئی ضرورت پیش آتی، غیب سے اس کی تکمیل کا سامان ہوجاتا۔ اس صورت حال نے طبیعت میں توکل کی شان پیدا کردی اور پھر ملکہ راسخہ بن گئی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ انتہائی نامساعد حالات میں بھی کسی بات سے نہ گھبراتے۔ دیکھنے والے پریشانی، بے کلی، اضطراب اور افسردگی کا شکار ہوتے مگر آپ تسلی دیتے کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، سب کچھ توقع کے مطابق ٹھیک ہوجائے گا اور پھر سب احباب دنگ رہ جاتے جب دیکھتے دیکھتے تمام مشکلات دور ہوجاتیں اور آپ کے فرمان کے مطابق جانکاہ غموں کی جگہ سچی خوشیاں آجاتیں۔

اسیرِ محبت رسول ﷺ

حضرت ڈاکٹر فریدالدینؒ محبت رسول اور محبت اہلبیت سے سرشار تھے۔ حضور ﷺ کی ذات گرامی سے آپ کو خصوصی قلبی تعلق تھا۔ آپ کو یہ شعر بہت پسند تھے:

جسے دیکھا وہ نظر آیا مستانہ محمد کا
مرے مولا رہے آباد مے خانہ محمد کا
اگر مانگا خدا بھی تو وہ مل گیا فوراً
بڑا دربار ہے دربار شاہانہ محمد کا

آپ کو مولانا جامیؒ، مولانا رومیؒ اور اقبالؒ سے خصوصی نسبت تھی۔ اکثر تقریروں میں ان حضرات کے کلام کا حوالہ دیتے تھے۔ کمالات معراج النبی ﷺ بیان کرتے ہوئے یہ شعر بڑے والہانہ انداز سے پڑھتے:

اگر برتر از یک بموئے پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

آپ کو حضرت جامیؒ کی یہ نعت سب سے زیادہ پسند تھی، جس کا مطلع ہے:

نسیما جانب بطحا گزر کُن
ز احوالم محمدؐ را خبر کُن

آپ یہ نعت پڑھ کر بے حد جھومتے اور روتے جاتے تھے۔ آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے، بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں آپ کے سلام سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مرحوم کس پایہ کے نعت گو شاعر تھے، جذبوں کی ارزانی، محبتوں اور عقیدتوں کی فراوانی، فصاحت اور بلاغت کی روانی، خودسپردگی اور وارفتگی کا ایک عجیب عالم:

السلام اے مطلع صبح ازل
السلام اے جان ہر نثر و غزل
السلام اے قلزم جودو عطا
السلام اے مصدرِ حمدو ثنا

سچی بات تو ہے کہ وہ لوگ جو ذہنوں میں چراغ جلانے کا منصب سنبھالتے ہیں خود بھی تاریخ کے چہرے کی روشنی بن جاتے ہیں اور فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادری بھی تاریخ کے چہرے کی اسی روشنی کا نام ہیں۔

شکریہ ڈاکٹر طاہر القادری

(حافظ ظہیر احمد الاسنادی)

۱۔ آج میں نے اور میرے کچھ دوستوں نے ''آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان، 1973'' کی کتاب مطالعہ کے لیے خریدی۔

۲۔ دوکان دار نے ہمیں بتایا کہ کچھ عرصہ پہلے تک آئین کی اس کتاب کے خریدار صرف ایک مخصوص طبقہ (یعنی قانون کے پیشے سے تعلق رکھنے والے لوگ) تھے۔ زیادہ تر لوگ ناول اور اس طرح کی دوسری کتابوں کی ڈیمانڈ کرتے ہیں۔

۳۔ مگر جنوری 2013ء میں ڈاکٹر طاہر القادری کے اسلام آباد لانگ مارچ کے بعد آئین کی اس کتاب کی ڈیمانڈ یک لخت بڑھ گئی اور عوام الناس اس کتاب میں غیر معمولی دلچسپی لینے لگے ہیں۔

۴۔ اس کی یہ بات سچ تھی کیوں کہ ہم خود اس کتاب کو ہاتھ لگاتے ہوئے ڈرتے تھے، اور اسے صرف قانون دانوں کے لیے مخصوص جانتے تھے۔

۵۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے ہمیں یہ شعور دیا کہ جب شہری خود کو آئین اور ریاست کے تابع کرتا ہے تو بدلے میں ریاست اسے کیا حقوق دینے کی پابند ہے۔

۶۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے ہی ہمیں یہ بھی بتایا کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 9 سے 40 میں عوام کے بنیادی حقوق کا ذکر ہے جنہیں کرپٹ سیاست دانوں اور حکمرانوں نے عملاً معطل کر رکھا ہے۔

۷۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے ہی ہمیں اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ آئین کا آرٹیکل 38 بلا لحاظ جنس، ذات یا نسل کے عوام کی معاشرتی اور معاشی خوشحالی اور ترقی کی ضمانت دیتا ہے۔ مگر ان کرپٹ حکمرانوں کو آج تک یہ شق یاد نہیں آئی۔

۸۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے ہمیں اس بات سے آگاہ کیا کہ آئین کے آرٹیکل 38 کے مطابق ریاست کا فرض ہے کہ عوام کو روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج معالجے کی سہولیات فراہم کرے مگر عوام ان بنیادی سہولیات کی عدم دستیابی کی وجہ سے خودکشیاں اور خودسوزیاں کرنے پر مجبور ہے۔

۹۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے ہمیں آگاہ کیا کہ آئین کے آرٹیکل 62 اور 63 انتخابی امیدواروں کے لیے کیا شرائط لاگو کرتے ہیں لیکن مفاد پرست ٹولہ ان شقوں کے ساتھ بھیانک سلوک کرتا ہے۔

۱۰۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے ہمیں بتایا کہ جمہوریت صرف اپنی باریاں لگانے اور ووٹ ڈالنے کا نام نہیں بلکہ حقیقی جمہوریت میں عوام اور حکمران ہر ایک قانون کے سامنے جواب دہ ہے اور کوئی بھی قانون سے بالاتر نہیں ہے۔

۱۱۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے ہمیں بتایا کہ نام نہاد جمہوری حکمرانوں نے آئین کے آرٹیکل 3، 9، 25، 25A، 31، 32، 36، 37، 38، 40، 62-63، 213 اور 218 کی مسلسل دھجیاں بکھیریں۔ کیا یہ آئین شکنی نہیں اور ان پر آرٹیکل 6 کا اِطلاق نہیں ہوتا؟

۱۲۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے ہمیں بتایا کہ موجودہ نام نہاد جمہوری نظام 3D (دھن، دھونس اور دھاندلی) پر مشتمل ہے۔ عوام جب تک آگے بڑھ کے اس نظام کو دریا برد نہیں کرے گی اور اپنا حق لینے کے لیے اٹھ کھڑی نہیں ہوگی، اِسی

طرح سسکتی اور مرتی رہے گی۔

۱۳۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے ہمیں اس بات کا احساس دلایا کہ موجودہ نظام انتخاب ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ یہ نظام انتخاب عوام دشمن اور مقتدر طبقات کا محافظ ہے۔ اس کی موجودگی میں پاکستان میں کسی قسم کی مثبت یا حقیقی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

۱۴۔ پاکستان کے جملہ مسائل کی تشخیص کرتے ہوئے ڈاکٹر طاہر القادری نے کئی بار قوم کو یاد دلایا کہ 'موجودہ نظام انتخاب کے ذریعے گزشتہ 60 سالوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور آئندہ 100 سالوں تک بھی اس نظام کے تحت انتخابات ہوتے رہیں گے تو تبدیلی نہیں آئے گی'۔ موجودہ حکومت کی تشکیل کو ایک سال مکمل ہو چکا ہے۔ اس عرصہ میں بھی عوام کو بھوک، افلاس اور محرومیوں کے سوا کچھ نہیں ملا اور نہ ہی ملکی حالات میں کوئی بہتری آئی ہے۔

۱۵۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے اس ظالمانہ نظام کی تبدیلی کے لیے ایک کروڑ جاں نثار نمازیوں کی تیاری کے کام کا آغاز کر دیا ہے۔ بہت جلد یہ جانثاران 'حقیقی عوامی انقلاب' کے لیے شہر شہر اور قریہ قریہ نکلیں گے اور اس نام نہاد نظام کو سمندر برد کر کے دم لیں گے۔

۱۶۔ ہم سب ایک بار پھر ڈاکٹر طاہر القادری کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں مقصدیت سے آشنا کیا اور مسلمان اور پاکستانی ہونے کا احساس دلایا اور یہ باور کرایا کہ ہم پیدا تو آزاد ہوئے تھے مگر اس ملک کے 5 فیصد اشرافیہ نے ہمیں اپنا غلام بنا رکھا ہے۔

☆ اس لیے قوم کو موجودہ غاصبانہ اور کرپٹ نظام کے خلاف ڈاکٹر طاہر القادری کے ساتھ مل کر پرامن اور آئینی جدو جہد میں شریک ہونا ہوگا اور ریاست یا کرپٹ سیاست میں سے کسی ایک کا چناؤ کرنا ہوگا۔

☆ لہٰذا ہم نے یہ پختہ عہد اور عزم بالجزم کیا ہے کہ آج سے بلکہ ابھی سے ظلم پر مبنی اس نظام کی تبدیلی کے لیے عوامی سمندر میں شامل ہو جائیں اور اپنی بساط سے بڑھ کر حق کی آواز سے آواز ملائیں اور اسے موثر اور عوامی حلقوں تک پہنچائیں۔ تب ہی ہم اس خونی نظام کو ہمیشہ کے لیے دفن کر سکیں گے۔ اسی سے روشن مستقبل، ملی غیرت، قومی وقار، بنیادی حقوق، مساوات اور عوامی مسائل کا حل ممکن ہے۔ ورنہ ہماری آنے والی نسلیں بھی اسی ظلم و جبر پر مبنی نظام کے ہاتھوں پستی رہیں گی اور ''ہماری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں''

حقیقت شناس نظر: تاریخ کے ہر دور میں دنیا کے مصلحین کو یہی دقت پیش آئی ہے کہ ان کی حقیقت شناس نظر جو کچھ دیکھتی تھی عام انسان عالم رؤیا میں بھی اس منزل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے شروع میں عوام کو مصلحین کی تعلیم و تلقین ہمیشہ بے کار اور عبث معلوم ہوئی جس سے وہ ہمیشہ روگردانی کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔ جب عوام میں جہالت اور فکر و تدبر کا فقدان ہو اور ان حالات میں ایک ذی ہوش انسان تاریخی تقاضوں اور زمانے کے رجحانات کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک خاص لائحہ عمل عوام کے سامنے پیش کرے تو اس کو وہ کب مان سکتے ہیں۔ پیغمبروں کی زندگیاں اس امر کی شاہد ہیں کہ حق ابرو کے اشارہ سے نہیں پھیلتا بلکہ تلقین میں بے حد کاوش وسعی کرنی پڑتی ہے۔ اس کدو کاوش کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ پیغمبر آنے والے دور کا مژدہ سناتا ہے اور اس کی امت گزرے ہوئے دور کی رسومات، توہمات اور بندھنوں میں جکڑی ہوئی ہوتی ہے۔ یہی دشواریاں مصلحین کو پیش آتی ہیں۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن

حکومتی دہشت گردی اور قتل و غارت گری کے خلاف

پاکستان عوامی تحریک کے زیراہتمام

آل پارٹیز کانفرنس

منہاج القرآن سیکرٹریٹ پر 17 جون کو ہونے والی ریاستی جبرو بربریت کے بدترین مظاہرے، 14 افراد کی شہادت اور 100 سے زائد افراد کو گولیوں سے چھلنی کرنے کے خلاف پاکستان عوامی تحریک کے زیراہتمام آل پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں حکومت میں شامل جماعتوں، نام نہاد اپوزیشن اور سٹیٹس کو کی حامل جماعتوں کے علاوہ ملک بھر سے 40 سے زائد سیاسی، مذہبی، سماجی، علاقائی جماعتوں، علماء، مشائخ، وکلاء، ہرطبقہ کی نمائندہ مختلف سطحوں پر قائم یونینز، سول سوسائٹی اور NGOs کے نمائندگان نے خصوصی شرکت کی۔ کانفرنس میں شریک نمایاں جماعتیں درج ذیل ہیں:

☆پاکستان مسلم لیگ (ق) کے چودھری شجاعت حسین، چودھری پرویز الٰہی، عادل شیخ، کامل علی آغا،

☆پاکستان تحریک انصاف کے شاہ محمود قریشی، میاں محمود الرشید، اعجاز چوہدری

☆ایم کیو ایم کے ڈاکٹر خالد محمود صدیقی، عبدالرشید گوڈیل، بیرسٹر محمد علی سیف

☆سنی اتحاد کونسل کے صاحبزادہ حامد رضا سید جواد الحسن، سردار محمد، وزیر القادری مفتی حسیب قادری

☆جماعت اسلامی کے حافظ سلمان بٹ اور نذیر احمد جنجوعہ

☆عوامی مسلم لیگ کے شیخ رشید احمد

☆جمعیت اہلحدیث پاکستان کے ابتسام الٰہی ظہیر

☆فاٹا سے اجمل وزیر خان

☆ممبر قومی اسمبلی جمشید دستی

☆ٹی ایس ایچ پاکستان کے سردار رمیش سنگھ

☆مسیحی رہنماء جے سالک

☆آل پاکستان شیعہ ایکشن کمیٹی کے علامہ مرزا یوسف حسین

☆پاکستان شیعہ پولیٹیکل پارٹی کے سید نوبہار شاہ

☆مسلم لیگ حقیقی کے نوید خان

☆تحریک صوبہ ہزارہ کے بابا حیدر زمان

☆سندھ یونائیٹڈ پارٹی کے سید غلام شاہ

☆مجلس وحدت مسلمین کے راجہ ناصر عباس،

☆نظام مصطفی پارٹی کے سید حامد سعید کاظمی

☆بلوچستان نیشنل پارٹی کے سید احسان اللہ شاہ

☆عوامی اتحاد مظفرگڑھ میاں صدام

☆تنظیم مشائخ عظام پاکستان کے پیر محمد راشد نقشبندی

☆پاکستان کرسچن پارٹی کے مارٹن جاوید مائیکل

☆آل پاکستان مسلم لیگ کے احمد رضا قصوری

☆تحریک استحکام پاکستان کے سید علی رضا

☆سوشل جسٹس پارٹی سید اختر شاہ ایڈووکیٹ

☆سرائیکستان اتحاد کے خواجہ غلام فرید کوریجہ

☆پاکستان متحدہ کسان محاذ کے راؤ طارق اشفاق

☆انٹر فیتھ ڈائیلاگ کی شبنم اسلم

☆مجلس چشتیہ پاکستان کے معین الحق علوی
☆پاکستان مزدور محاذ کے چوہدری شوکت
☆پاکستان فلاح پارٹی
☆پاکستان یونائیٹڈ پارٹی
☆ پاکستان کسان اتحاد
☆ سرائیکی ڈیموکریٹک پارٹی کے رانا محمد اسلم
☆ پاکستان غرباء پارٹی کے ممتاز حسین نیازی
☆سرائیکی قومی اتحاد پارٹی
☆ جمعیت علمائے پاکستان نیازی گروپ

اس کانفرنس کو قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے بذات خود کنڈکٹ کیا۔ شرکاء کانفرنس کو واقعہ کی مکمل تفصیل اور شواہد سے آگاہ کیا۔ اس موقع پر شرکاء کانفرنس نے درج ذیل اظہار خیال کیا:

☆ چوہدری شجاعت حسین نے کہا کہ حکمرانوں نے شمالی وزیرستان کے فوجی آپریشن کو سبوتاژ کرنے کیلئے سانحہ ماڈل ٹاؤن کرایا۔ جس میں پرامن کارکنوں کا قتل عام کرا کر ریاستی دہشت گردی کی گئی۔

☆ پاکستان تحریک انصاف کے مرکزی رہنماء شاہ محمود قریشی نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن پاکستان کی تاریخ کا انتہائی دردناک باب ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف اس واقعہ کا ذمہ دار ہے۔ انہیں چاہیے فوری استعفیٰ دیں۔ یہ سیاست کا نہیں انسانیت کا مسئلہ ہے۔ ظلم یہ ہے کہ قاتلوں نے مظلوموں پر ہی FIR درج کرا دی۔

☆ سردار آصف احمد علی نے کہا کہ وزیر اعلیٰ نے جنرل ڈائر کا کردار ادا کرتے ہوئے عوامی تحریک کے پرامن اور نہتے کارکنوں کا قتل عام کیا ہے۔ ان شہداء کا انصاف عدالتوں اور اسمبلیوں میں نہیں بلکہ اللہ کے پاس اور سڑکوں پر ملے گا۔

☆ ایم کیو ایم کے رہنماء ڈاکٹر خالد مقبول صدیقی نے کہا کہ سرکاری دہشت گردی سے پاکستان عوامی تحریک کے پرامن کارکنوں کا قتل عام کر کے انہیں اپنے مشن انقلاب سے دور رہنے کیلئے ڈرایا گیا ہے۔ اس میں ملوث وزیر اعلیٰ پنجاب اور آئی جی کے ہوتے ہوئے آزادانہ تحقیقات ممکن نہیں۔

☆ سنی اتحاد کونسل کے چیئرمین صاحبزادہ حامد رضا نے کہا کہ وزیر اعلیٰ قاتل اعلیٰ ہیں۔ شہدا کے وارثوں کو یقین دلاتے ہیں کہ انکا خون رائیگاں نہیں جائیگا۔

☆ شیخ رشید نے کہا کہ واسا کے گڑھے میں گرنے والے بچے کی خبر وزیر اعلیٰ کو ہو جاتی ہے اور اسکے ہمسائے میں 15 افراد شہید 80 افراد کو گولیوں سے زخمی کر دینے کا علم نہ ہونا حیرت ناک ہے۔ سب جماعتوں کو یک نکاتی ایجنڈا پر ان ظالم حکمرانوں کے خلاف سڑکوں پر آ کر ظلم کی رات کے خاتمہ تک جدوجہد کرنی چاہیے۔

☆ مجلس وحدت مسلمین کے رہنماء راجہ ناصر عباس نے کہا کہ کے حکمران حق حکمرانی کھو چکے ہیں۔ خواتین کا حجاب نوچنا اور قتل کرنا مرد نہیں نامرد کرتے ہیں۔ ظالم حکمرانوں نے سانحہ ماڈل ٹاؤن میں یہی کچھ کیا ہے۔

☆ جماعت اسلامی پاکستان کے رہنماء نذیر احمد جنجوعہ نے کہا کہ موجودہ ظالم حکمرانوں کی تاریخ ہے جنہوں واجپائی کی آمد پر نہتے کارکنوں کو سڑکوں پر گھسیٹا اور مارا اور اب سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ریاستی دہشت گردی اور ظلم و بربریت کی انتہا کی ہے۔

☆ تحریک ہزارہ کے رہنماء بابا حیدر زمان نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن نے غلامی کے دور کی یاد تازہ کر دی ہے۔ نام نہاد جمہوریت کی آڑ میں انسانیت کا قتل کیا گیا ہے۔

☆ علامہ ابتسام الٰہی ظہیر نے کہا کہ عوامی تحریک کے پرامن کارکنوں کی شہادت کا قصاص لینا چاہیے۔ 14 شہداء کا مطلب ہے کہ انسانیت کا 14 بار قتل عام ہوا ہے۔

☆ علامہ حامد سعید کاظمی نے کہا کہ پہلے دہشت گرد وردیوں میں نہیں ہوتے تھے لیکن سانحہ ماڈل ٹاؤن میں پولیس کی وردیوں میں ریاستی دہشت گردی کی گئی۔ اس واقعہ کے بعد عوام کے اندر پولیس کے خلاف سخت نفرت پائی جا رہی ہے۔

☆ فاٹا سے اجمل وزیر نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ملوث حکومتی عناصر ذرا شرمندہ نہیں ہو رہے۔ یہ انتہائی افسوسناک پہلو ہے۔

☆ جمشید دستی نے کہا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے آئی جی بلوچستان کو اسی مشن کیلئے پنجاب تعینات کیا ہے۔ کمیشن جرم کو چھپاتے ہیں اس لئے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ذمہ داران کو سڑکوں پر سزا ملے گی۔

☆ آل پاکستان مسلم لیگ کے رہنماء احمد رضا قصوری نے کہا کہ حکمران سانحہ ماڈل ٹاؤن میں براہ راست ملوث ہیں اور جلد تختہ دار پر نظر آ رہے ہیں۔

☆ سابق وزیر اعلیٰ و گورنر پنجاب غلام مصطفی کھر نے کہا کہ اتنے بڑے قتل عام کی ذمہ داری براہ راست وزیر اعلیٰ پر عائد ہوتی ہے۔ جس نے ڈاکٹر طاہرالقادری کی عوامی طاقت سے خوفزدہ ہو کر ریاستی دہشت گردی کی ہے۔ جس سے ان ظالم حکمرانوں کے دن پورے ہو گئے ہیں۔

☆ سندھ کے ایم پی اے مائیکل جاوید نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی وجہ سے میں نے مسلم لیگ ن سے استعفیٰ دے دیا ہے اور بہت سارے مسلم لیگ ن کے عہدیداران استعفیٰ دے کر عوامی تحریک میں شامل ہو جائیں گے۔

☆ ایم پی اے راحیلہ ٹوانہ نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن قیامت صغریٰ سے کم نہیں۔ حکومتی سربراہی میں اگر دہشت گردی کی جائے تو پاکستان کا مستقبل کیا ہوگا۔

☆ مسیحی رہنماء جے سالک نے کہا کہ مارشل لاء کی گود میں پلنے والے حکمرانوں نے سانحہ ماڈل ٹاؤن پر قتل عام کر کے آمریت کے مظالم کو شرمندہ کر دیا ہے۔ یہ ظالم حکمرانوں کی طرف سے 20 کروڑ عوام کو بیدار ہونے کا پیغام ہے۔ ملک بھر کی مسیحی برادری ڈاکٹر طاہرالقادری کے ساتھ کھڑی ہے۔

☆ سردار رمیش سنگھ نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں جلیانوالا باغ کے دکھ اور درد تازہ کر دیئے ہیں، ہم اس سانحہ ماڈل ٹاؤن کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔

اس موقع پر جملہ جماعتوں کے باہمی اتفاق رائے سے درج ذیل مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا:

مشترکہ اعلامیہ

1۔ 17 جون کو لاہور میں ڈاکٹر طاہر القادری کی رہائش گاہ اور منہاج القرآن سیکرٹریٹ پر ہونے والا پولیس حملہ ریاستی دہشت گردی، قتل وغارت گری اور حکومتی بربریت وتشدّد کی بدترین مثال ہے، جس میں نہتے اور پُرامن شہریوں پر براہِ راست گولیاں چلائی گئیں اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہتی خواتین کو بھی براہِ راست گولیوں کا نشانہ بناتے ہوئے شہید کر دِیا گیا اور قرآن مجید کی بے حرمتی کی گئی۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن لاہور کی شدید ترین الفاظ میں مذمّت کی جاتی ہے۔ عوام کے جان و مال کا تحفظ، آزادی اظہارِ رائے اور پرامن احتجاج کا عوامی حق حقیقی جمہوریت کے ناگزیر تقاضے ہیں۔ پُرامن اور نہتے شہریوں پر ظلم و بربریت ایک ایسا عمل ہے جو اسلامی، آئینی، قانونی، جمہوری اور بین الاقوامی اقدار کی دھجیاں اُڑانے کے مترادف ہے۔ وفاقی وصوبائی حکومتوں اور پولیس انتظامیہ کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ اِس طرح کے کسی واقعے

کو قطعی برداشت نہیں کیا جا سکتا اور اس کے ذِمہ داران کو اقتدار میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔

2۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں قتل و دہشت گردی میں ملوّث پولیس کی مدعیت میں دہشت گردی کا شکار ہونے والے مظلومین اور متاثرین کے خلاف درج ہونے والی بے بنیاد اور جُھوٹی FIR اور اِس واقعہ کے خلاف مختلف شہروں میں ہونے والے پرامن مظاہروں میں شریک مرد وخواتین کے خلاف درج کی جانے والی جملہ FIRs کو مکمل طور پر مسترد کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ پرامن مظاہرے کرنا آئین پاکستان کے آرٹیکل 16 کے تحت شہریوں کا بنیادی حق ہے اس لیے ان بے بنیاد مقدمات کے فوری اخراج کا بھرپور مطالبہ کیا جاتا ہے۔ مزید برآں پرزور مطالبہ کیا جاتا ہے کہ منہاج القرآن کی طرف سے تھانہ فیصل ٹاؤن میں دائر کی جانے والی درخواست پر فوری FIR درج کی جائے۔ اس درخواست کو 10 دنوں سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے مگر FIR درج نہیں کی گئی۔

3۔ ریاستی دہشت گردی اور قتل عام کے مناظر ملکی چینلز پر براہِ راست دکھائے جاتے رہے جس میں نہتے شہریوں پر براہِ راست فائرنگ کی گئی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب اِس قتل و دہشت گردی کے اصل ذِمہ دار ہیں۔ ان کے مسندِ اقتدار پر رہتے ہوئے کسی قسم کی غیر جانبدارانہ تفتیش وشہادتوں کا کوئی امکان ہے نہ ہی عدل و انصاف کے تقاضوں کی بجا آوری ممکن ہے۔ لہٰذا وزیر اعلیٰ پنجاب اور اس جرم میں شریک وزراء فی الفور مستعفی ہو کر خود کو قانون کے حوالے کریں۔ اگر وزیر اعلیٰ ازخود مستعفی نہ ہوں تو صدر مملکت بحیثیت سربراہ ریاست اُن کو Stepdown کرانے کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔

4۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں ملوّث جملہ پولیس افسران اور انتظامی عہدیداران بشمول IG، DIG آپریشنز، ہوم سیکرٹری پنجاب، DCO، CCPO، SSP's، SP ماڈل ٹاؤن اور متعلقہ DSP's اور SHO's کو فوری طور پر برطرف کر کے قتل عام، دہشت گردی اور اقدامِ قتل کے جرم میں گرفتار کیا جائے۔

5۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن لاہور کی آزادانہ، غیر جانبدارانہ تحقیقات کے لیے سپریم کورٹ کے تین ایسے غیر متنازعہ، غیر جانبدار اور اچھی شہرت کے حامل ججز جن پر متاثرین کو مکمل اعتماد ہو، پر مشتمل بااختیار جوڈیشل کمیشن تشکیل دیا جائے۔ کمیشن کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ وزیر اعظم، نامزد وفاقی وزراء، وزیر اعلیٰ پنجاب سمیت کسی بھی حکومتی و انتظامی شخصیت یا اہلکار کو طلب کر سکے۔ مزید برآں جوڈیشنل کمیشن سانحہ ماڈل ٹاؤن کی تحقیقات کے لیے تحقیقی اداروں کے اچھی شہرت کے حامل اعلیٰ افسران جن پر متاثرین کو مکمل اعتماد ہو، پر مشتمل انکوائری کمیٹی تشکیل دی جائے۔

قدرت میں رد عمل کا قانون

واقعات و حالات کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہوتا ہے اور وہ اتفاقیہ سرزد نہیں ہوتے بلکہ تمام نظام کائنات کی طرح سیاسی واقعات بھی تاریخی قوانین کے پابند ہوا کرتے ہیں۔ قدرت کی طاقتوں کی طرح کام کرتے ہیں۔ طوفان نوح آجائے اس وقت پیغمبر کو بھی کشتی ہی بناتے بن پڑتی ہے۔ اس وقت کوئی قہر الٰہی کو دعاؤں اور التجاؤں سے روک نہیں سکتا۔ اسی طرح تاریخی تقاضوں کے سیلاب کا سد باب کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ اس سیلاب کا رخ دیکھ کر معاشرتی حالات کو اس طرح بدلا جاتا ہے کہ آب پاشی ہوجائے لیکن معاشرہ اس رو میں بہنے نہ پائے۔ اگر رہبر و رہنما کی نظر تاریخی تقاضوں پر نہ ہو تو وہ اس سیلاب سے لاعلم ہی رہتا ہے۔ جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ تاریخی سیلاب پرانے معاشرتی نظام اور اس کے متعلقات کو اپنی رو میں بہا کر لے جاتا ہے اور ماضی کے سمندر میں لاگراتا ہے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن

پاکستان عوامی تحریک کا ملک گیر احتجاج

سانحہ ماڈل ٹاؤن کو دو ماہ مکمل ہونے والے ہیں۔ 17 جون کو وزیراعلیٰ پنجاب کی زیرنگرانی ریاستی دہشت گردی کی جو بدترین مثال قائم کی گئی اس کی مثال پاکستان کی 65 سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ ریاستی دہشت گردی اور حکومتی جبر و بربریت ظلم و درندگی کی وہ داستان رقم کی گئی ہے جس کے سامنے پوری دنیا کی انسانیت کا سر شرم سے جھک گیا ہے۔ نہتے، بے گناہ، غیر مسلح شہریوں پر بے دردی سے گولیاں برسائی گئیں اور 14 گھنٹے تک آپریشن کر کے معصوم لوگوں کا خون بہایا گیا۔ یہ سب ان ظالموں نے کیا جو اپنے آپ کو جمہوریت کا علمبردار قرار دیتے ہیں۔ آج مقتولین کے ورثاء دھکے کھاتے پھرتے ہیں اور ابھی تک انکی طرف سے FIR تک درج نہیں کی جارہی۔ پولیس کے درندے جو خود قاتل ہیں جنھوں نے وزیراعلی پنجاب کے حکم سے دہشت گردی کرتے ہوئے قتلِ عام کیا، نہتے کارکنوں اور شہریوں کا خون بہایا اور خود قاتل مدعی بنے بیٹھے ہیں۔ قاتل خود ہی ٹریبونل میں شہادتیں دے رہے ہیں اور قاتل ہی تفتیش کروا رہے ہیں۔ مقتولین کے ورثا اور مظلومین کو مجرم قرار دیا جارہا ہے۔ منصوبہ بندی کرنے والے اور اس سانحہ کا حکم دینے والے وزیرِاعلی کو مستعفی ہوجانا چاہیے تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں جبکہ یہاں صورت حال اس کے برعکس ہے۔ وزیرِاعلی ہوم سیکرٹری آئی جی، ڈی آئی جی آپریشن SSP اور SHOs بدستور اپنے عہدوں پر براجمان ہیں۔ ان قاتلوں کی موجودگی میں انصاف کیسے ممکن ہے؟ حتی کہ ریکارڈ تبدیل کیا جا رہا ہے۔ کیا دنیا کی جمہوری تاریخ میں اس طرح کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے۔ وزیرِاعلی کے ہوتے ہوتے انکے ماتحت افسروں میں کوئی شخص انکے خلاف بیان نہیں دے سکتا۔ آئی جی کے ہوتے ہوئے اس کے ماتحت پولیس افسران کیسے اسکے خلاف شہادت دے سکتے ہیں؟ پوری چین آف کمانڈ اور چین آف آپریشن کی موجودگی میں پولیس افسران ان کے خلاف بیان دینے کی جرات کیسے کر سکتے ہیں؟

ظلم کی انتہا ہے کہ وزیرِاعلی کے اپنے بنائے ہوئے جوڈیشل ٹریبونل کو 20 جون کو جو مراسلہ بھیجا گیا اس میں قتل کی منصوبہ بندی کرنے والے کا تعین کرنے کا اختیار دیا گیا تھا مگر ٹھیک 7 دن کے بعد 27 جون کو نیا مراسلہ ہوم سیکرٹری نے جاری کیا جس میں منصوبہ ساز کے تعین کرنے کا اختیار واپس لے لیا گیا۔ ٹریبونل کے جج اس بات کا جواب دیں کہ جب مقتولین کی ایف آئی آر تک درج نہیں ہوئی اور نہ ٹریبونل میں ملزموں کو شامل تفتیش کیا گیا تو مقتولین کی ایف آئی آر درج کیے بغیر قاتل پولیس کی ایف آئی آر پر انکوائری کس طرح انصاف مہیا کرے گی؟ 17 جون کو درجنوں گھرانے اجڑ گئے، بچے یتیم ہو گئے، بیٹیاں بیوہ ہوگئیں اور گولیوں سے چھلنی بیسیوں زخمی زندگی بھر کے لیے معذور ہو گئے۔ ہسپتال میں

گولیوں سے چھلنی مریض پڑے ہیں جن کو لیگل میڈیکل سرٹیفکیٹ تک نہیں دیئے جا رہے۔ یہ ظلم اور ریاستی جبر کی انتہا ہے، کیا اس کا نام جمہوریت ہے؟ مقتولین کی جانب سے ایف آئی آر درج کرانے کا اختیار بھی اگر ٹربیونل کے جج کو حاصل نہ ہو تو وہ کس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے کر سکتا ہے۔ جب تک وزیر اعلیٰ مستعفی نہیں ہوتے اور تمام ذمہ داران افسران برطرف نہیں ہوتے، مقتولین کے ورثاء کی FIR درج نہیں ہوتی اس وقت تک کسی قسم کے عدل و انصاف کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

حکمران سن لیں کہ خون شہداء رنگ لائے گا۔ شہیدوں کے خون کا قطرہ قطرہ ان کو انکے انجام بد تک پہنچائے گا۔ معصوم شہریوں کے خون کا بدلہ دینا ہوگا، قانون کے مطابق قصاص دینا ہو گا۔ شہیدوں کا خون حکمرانوں کے ظلم و بربریت کے اقتدار کے خاتمے کا سبب بنے گا۔ اللہ اور عوام کی طاقت سے آئینی اور جمہوری انقلاب چند ہفتوں میں آنے والا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے افسران اور اہلکار رائے ونڈ کی بجائے ریاست، آئین اور قانون کے وفادار بنیں۔ دھاندلی زدہ حکومت آئینی، اخلاقی، جمہوری اور شرعی طور پر حق حکمرانی کھو چکی ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن شہباز شریف کی فرعونیت اور تکبر کی بڑی مثال ہے۔ پاکستان کے چار ہزار خاندانوں نے 18 کروڑ عوام کو غلام بنا رکھا ہے۔ آئینی اور جمہوری انقلاب کے نتیجے میں آئین پاکستان کی پہلی 40 شقوں کے نفاذ سے عوام کو بنیادی حقوق دیئے جائیں گے اور بے رحم احتساب ہوگا۔

☆ گذشتہ ماہ 17 جولائی کو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ایک ماہ مکمل ہونے پر قاتلوں کے خلاف FIR درج نہ ہونے پر پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام ملک گیر احتجاجی ریلیاں نکالی گئیں۔ جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ ملک بھر میں منعقدہ پاکستان عوامی تحریک کی احتجاجی ریلیز میں مسلم لیگ (ق)، پاکستان تحریک انصاف، سنی اتحاد کونسل، ایم کیو ایم، آل پاکستان مسلم لیگ، عوامی مسلم لیگ کے قائدین اور دیگر سماجی و علاقائی تنظیمات کے قائدین نے اپنے کارکنوں کے ہمراہ شرکت کی۔ مرکزی قائدین پاکستان عوامی تحریک اور دیگر جماعتوں کے قائدین نے ان ملک گیر احتجاجی ریلیز سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قاتل حکمران سانحہ ماڈل ٹاؤن پر ہمارے خلاف ہی سازشیں کر رہے ہیں۔ یہ انکی بھول ہے کہ وہ اپنے عبرت ناک انجام سے اس طرح کے حربوں سے بچ سکیں گے۔ جب تک اصل قاتلوں کو کیفر کردار تک نہ پہنچایا گیا یہ معاملہ ٹھنڈا نہیں ہوسکتا۔ لاشوں کی سیاست موجودہ ظالم حکمرانوں نے کی ہے اور پاکستان عوامی تحریک کے پرامن اور نہتے کارکنوں کے خون سے ہولی کھیل کر اپنی سفا کی کا مظاہرہ کیا ہے۔ قاتل حکمرانوں نے فلسطین اور کشمیر کے مسلمانوں کا تحفظ کرنے کی بجائے سانحہ ماڈل ٹاؤن برپا کر کے پاکستان کو فلسطین اور کشمیر بنا دیا۔

عوامی تحریک کے کارکنان پر ڈھائے جانے والے بدترین ریاستی تشدد اور ظلم و جبر نے مقبوضہ کشمیر میں بھارتی افواج کے نہتے کشمیریوں کے ساتھ ہونے والے ظلم و بربریت کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ حکمرانوں نے غیر آئینی، غیر جمہوری اور غیر اخلاقی اقدامات کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آج ایک مہینہ گزر جانے کے باوجود مقتولین کے ورثاء کی جانب سے ایف آئی آر تک درج نہیں کی گئی۔ اس کی بجائے یکطرفہ JIT کی جانب سے جھوٹ اور کذب پر مبنی رپورٹ جاری کی گئی۔ اب تقریریوں، تحریروں اور تصویروں کا وقت گزر گیا، قوم انقلاب کے لئے تیار ہوجائے۔ 17 جون کو نواز لیگ نے ماڈل ٹاؤن میں نہتے کارکنوں پر گولیاں برسا کے جلیانوالہ باغ کی یاد کو تازہ کر دی۔ قوم کی بیٹیوں کو شہید کیا گیا، ظلم کی انتہا کر دی، ان ظالموں کے اقتدار کا خاتمہ ہونے کو ہے۔ آج قوم ڈاکٹر طاہرالقادری کے ایجنڈے کے ساتھ ہے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ ڈاکٹر طاہرالقادری اس قوم کا مقدر بدلنے کے لئے میدان میں ہیں اور ہم ڈاکٹر طاہرالقادری کے ساتھ ہیں، سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کے خون سے انقلاب آئے گا، نااہل حکمرانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ نواز شریف اس قابل نہیں ہیں کہ وہ ملک کی باگ دوڑ سنبھال سکیں، آمریت کی گود میں پلنے والے کس منہ سے جمہوریت کی بات کرتے ہیں۔

پاکستان عوامی تحریک کے کارکن ہمیشہ پرامن رہے ہیں۔ پاکستان عوامی تحریک کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کارکنان نے کبھی بھی حکومتی یا پرائیویٹ املاک پر حملے نہیں کئے۔ پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان نے لاشیں اٹھائیں لیکن املاک کو نقصان نہیں پہنچایا نہ ہی یہ ہمارا وطیرہ ہے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری پر انتشار پھیلانے کا الزام لگانے والے جواب دیں کہ حکومتی وزراء ڈاکٹر طاہرالقادری کے خلاف اشتعال انگیز بیانات دے کر انتشار اور بدامنی پیدا کرنے کی باتیں کر کے کارکنان کو مشتعل کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود عوامی تحریک کے کارکنان نے امن اور صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔

شرکاء ریلی نے ''خادم اعلیٰ ۔قاتل اعلیٰ، ظالم اعلیٰ'' ''ظالموں جواب دو۔خون کا حساب دو'' کے بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے۔شہداء کے ورثاء نے بینرز پر لکھا ہوا تھا کہ ''پیسے نہیں قصاص چاہئے''۔ ''شہیدوں کے خون کی قیمت نہیں انصاف چاہئے''۔

حق قربانی کا تقاضا کرتا ہے

☆ قدرت جرم بخشی نہیں کرتی سزا زار دیتی ہے۔ قدرت میں ردعمل کا قانون ہمہ وقت جاری و ساری رہتا ہے البتہ ایسا ہوتا ہے کہ جو انسان غلط کاری کے بعد خود اپنی نیک قوتوں کو نشوونما دے لے وہ سزا کے اثرات کم محسوس کرتا ہے لیکن سزا ملتی ضروری ہے اس سے مفر نہیں۔

☆ جس سیاسی نظام و روایات اور طریقہ فکر و عمل کو تاریخ مسترد کر دے ان پر کاربند رہنا بربادی کو دعوت دینا ہوتا ہے۔

☆ باطل کو شکست دینے کے لئے حق کو زبردست قربانی کرنی پڑتی ہے۔ حق کی صدا ہوا کے تموج کے سوا کچھ نہیں ہوتی اس کو جوش کردار اور انسان کا عمل و ایثار خدا کی آواز میں تبدیل کرتے ہیں اگر حق کی حمایت پر انسان کی جدوجہد نہ ہو تو وہ طاق نسیاں پر رکھا ہوا ایک خوشنما صحیفہ ہے اور بس۔

☆ جس طرح ظرافت و خندہ آزاد تمام بزم میں تبسم کی لہر دوڑا دیتے ہیں اس سے کہیں زیادہ تیزی سے عمل صالح گردو پیش کو متاثر کرتا ہے۔

☆ اگر کسی کے دل و دماغ ہی نہ ہوں تو سمجھانے والا بھی کیا کرے۔ طوفان آرہا ہے خدا کا پیغمبر کشتی بنا رہا ہے وہ خطرہ کے احساس کی بناء پر جمہور کو طوفان کی ہولناکی سے ڈرا رہا ہے۔ گردو پیش کے لوگ اس کو کشتی بناتے ہوئے مشاہدہ کر رہے ہیں لیکن لاپرواہ ہیں۔ احساس کی کمی نے ان کو طوفان کی طرف سے اندھا بنا دیا ہے۔ پیغمبر اپنے لڑکے سے کہتے ہیں کہ کشتی میں آجا۔ اس پر جواب ملتا ہے کہ نہیں، میں تو ٹیلے پر چڑھ جاؤں گا اور طوفان مجھ کو نہیں چھوئے گا۔ جہاں یہ ذہنی کیفیت اور عقل کا فقدان اس درجہ ہو وہاں عذاب الٰہی نازل ہونا یقینی ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔

انڈیا کے ممتاز سماجی و سیاسی رہنما سودھندرا کلکرنی کا شیخ الاسلام کے نام خط

بمبئی (انڈیا) کے ممتاز سماجی و سیاسی رہنما سودھندرا کلکرنی 17 جون سانحہ ماڈل ٹاؤن کے وقت اتفاقاً لاہور میں موجود تھے۔ منہاج القرآن سیکرٹریٹ پر ریاستی دہشت گردی کے اگلے دن انہوں نے اپنی فیملی کے ہمراہ منہاج القرآن سیکرٹریٹ کا خصوصی دورہ کیا اور ریاستی جبر کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ بعد ازاں انہوں نے اس سانحہ کی پرزور مذمت کرتے ہوئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے نام ایک خط کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ اُن کا یہ خط نذر قارئین ہے:

Respected Shaykh-ul-Islam Dr. Tahir-ul-Qadri Saheb,
Greetings from Bombay.

I am deeply shocked, indeed I am left speechless, by the brutal police action at the headquarters of Minhaj-ul-Quran in the Model Town area of Lahore on June 17. I strongly condemn the killing of 11 innocent workers of your organisation in the incident, in which scores of your supporters were also injured.

I, along with my wife Dr. Kamaxi and our daughter Tapas, had an opportunity to visit the headquarters of Minhaj-ul-Quran the previous afternoon. Little did we realize that, within 24 hours, the place would get splattered with the blood of your supporters.

The ostensible reason for the police action was removal of the barricade on the road leading to the office of Mihaj-ul-Quran. This seems a wholly spurious reason. What I saw is that it was a normal barrier, something that many political parties in India also have in front of their offices. In any case, removal of road-barrier is too small a matter to necessitate a heavy posse of armed police and, further, use of indiscriminate fire power by them.

I send my heartfelt condolences to the families of the victims. May God give them -- and also you and your colleagues -- the strength to bear this terrible loss.

I also pray that the rulers of Pakistan -- and also governments of other countries in the world -- learn non-violent, democratic and humane methods of dealing with such situations.

I wish to express my gratitude to your son, Dr. Hassan Muhyuddin Qadri, Mr. Khurram Nawaz Gandapur, Mr. Malik, Mr. Faisal and others for extending a warm hospitality to me and my family during our stay in Lahore.

Earlier on June 16, we visited the various educational and charitable institutions established by Mihaj-ul-Quran--- the Minhaj University, Minhaj Institute for Business Management, Minhaj College for Women, Minhaj School for Girls, orphanages for boys and girls (the best orphanages I have seen so far) and the printing press. We were highly impressed by all these facilities.

Minhaj-ul-Quran's strong focus on education and charitable activities made me realise that you are not only a man of ideas but also a man of action. You deserve full praise for building a large army of volunteers, who are committed to serving the poor and needy people of Pakistan.

May God bless you. May God bless Minhaj-ul-Quran. May God bless the fraternal people of Pakistan.

Yours in solidarity,

Sudheendra Kulkarni

Bombay

سفرِ انقلاب

حرکت میں قیام ہوتا ہے، قافلہ منزلیں طے کرتا ہوا چلتا ہے۔ دور دراز کے سفر میں یہ نہیں ہوا کرتا کہ کوچ کے بعد منزل مقصود ہی پر پہنچ کر دم لیا جائے۔ بہت سی راتیں تاروں بھرے نیلگوں آسمان کے نیچے گزارنے کے بعد آخری منزل آتی ہے۔ یہی حال انقلاب کا ہے۔ انقلاب پہلا قدم اٹھانے پر ایک جست میں کٹھن منزل طے نہیں کر لیتا بلکہ دم لے لے کر چلتا ہے۔ انقلاب سے جو زمانہ جتنا قریب ہوتا ہے اتنا ہی بلا خیز ہوتا ہے۔ جس طرح ماں کے بطن سے بچہ بلا درد و کرب کے برآمد نہیں ہوتا اسی طرح پرانے معاشرے کے بطن سے نئے معاشرے کا وجود میں آنا شدید حالات پیدا کر دیتا ہے۔

وظائف فائنل معرکہ انقلاب مصطفوی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے تحریکی کارکنوں اور وابستگان کو انقلاب کے آخری معرکہ کے لئے مندرجہ ذیل وظائف عطا فرمائے ہیں۔ تمام کارکنان و رفقاء ان وظائف کو اپنے معمولات کا حصہ بنائیں اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ انہیں پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے خصوصی مدد و نصرت کے لئے دعا کریں۔

پہلا وظیفہ: مسبعات عشرہ

یہ دس سورتیں ہیں جنہیں سات، سات مرتبہ پڑھا جائے۔ بعد از نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے اور بعد از نماز عصر غروب آفتاب سے قبل یا بعد از نماز تراویح۔

☆ ابتداً: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْن. (ایک مرتبہ)

1	سورۃ فاتحہ	7 مرتبہ	6	سورۃ النصر	7 مرتبہ
2	آیت الکرسی	7 مرتبہ	7	سورہ اللہب	7 مرتبہ
3	سورۃ الم نشرح	7 مرتبہ	8	سورۃ الاخلاص	7 مرتبہ
4	سورۃ القدر	7 مرتبہ	9	سورۃ الفلق	7 مرتبہ
5	سورۃ الکافرون	7 مرتبہ	10	سورۃ الناس	7 مرتبہ

☆ آخر میں: اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ عَلٰی اَسْعَدِ مَخْلُوْقَاتِکَ سَيِّدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدِ النَّبِی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَمِدَادَ کَلِمَاتِکَ کُلَّمَا ذَکَرَکَ الذَّاکِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ الْغَافِلُوْن.

☆ ایک تسبیح اسم جلالت (اللہ) ادا کریں۔

دوسرا وظیفہ

۱۔ سورۃ الفیل (اَلَمْ تَرَ کَيْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ) فجر کے بعد 40 مرتبہ

۲۔ سورۃ اللہب (تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ) عصر/عشاء کے بعد 40 مرتبہ

۳۔ سورۃ النصر (اِذَآ جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ) عصر/عشاء کے بعد 40 مرتبہ

تیسرا وظیفہ

اِنَّا فَتَحْنَالَکَ فَتْحاً مُّبِيْنا. چلتے پھرتے جب چاہیں ادا کریں۔

☆ ہر وظیفہ سے قبل اول و آخر 11 مرتبہ درود پڑھا جائے۔

خصوصی ہدایات برائے مرحلہ انقلاب

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اعلان فرما دیا ہے کہ یوم انقلاب کی فائنل کال کا اعلان جلد کر دیا جائے گا۔ آپ سے گزارش ہے کہ فوراً کوآرڈینیشن کونسل کا اجلاس بلا کر اس میں اپنے اہداف کے حصول کو یقینی بنانے کا لائحہ عمل طے کریں۔ اس سلسلے میں چند بنیادی ہدایات ذیل میں دی جاتی ہیں:

تحریک منہاج القرآن، پاکستان عوامی تحریک و جملہ فورمز کے مشترکہ امور

1 تمام اہم امور کی سرانجام دہی کے لئے مختلف کمیٹیاں بنا کر ان کو ذمہ داریاں فوراً تفویض کر دیں۔

2 تمام فورمز اپنی بالائی سطح کی قیادت سے ملنے والے افرادی قوت کے ٹارگٹ کے حصول کو یقینی بنانے کے ذمہ دار ہوں گے۔ ٹارگٹ کو جملہ ورکرز میں تقسیم کیا جائے اور انفرادی ٹارگٹ پر توجہ دی جائے۔

3 دس نکاتی ایجنڈا کو گھر گھر پہنچانے کے لئے ڈور ٹو ڈور مہم کو مزید تیز کیا جائے اور تمام فورمز یونین کونسل اور یونٹ تنظیمات کے ذریعہ افراد کی لسٹیں ابھی سے بنانا شروع کر دیں اور بالائی سطح کی قیادت کو ڈیٹا فوراً پہنچا دیں۔

4 فوری طور پر ضلعی، تحصیلی، یونین کونسل / وارڈ سطح پر عوامی انقلاب کونسل کی تشکیل کو مکمل کیا جائے۔ جن میں مشترکہ جدوجہد میں شریک دیگر جماعتوں، تنظیموں کے رہنماؤں اور مؤثر افراد کو ضرور شامل کیا جائے۔

5۔ تحصیلی سطح پر قیادت کی مختلف سطحیں بنائیں تا کہ کسی بھی ہنگامی صورت میں متبادل قیادت معاملات کو سنبھال سکے۔ تمام فورمز کے مابین بہترین کوآرڈینیشن ہونی چاہیے۔

پاکستان عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کے ذمہ امور

1) انقلابی جدوجہد میں شریک تمام جماعتوں پاکستان مسلم لیگ ق، سنی اتحاد کونسل مجلس وحدت المسلمین، وکلاء یونینز، لیبر یونینز، کسان، تاجر، رکشہ، ڈاکٹرز یونینز اور اقلیتی رہنماؤں اور تنظیمات سے روابط رکھنا اور ان کو انقلاب کی عملی جدوجہد میں شریک کرنا۔ عوامی انقلاب کونسل میں ان کی شرکت کو یقینی بنایا جائے۔

2) مقامی انتظامیہ سے رابطہ کرنا 3) ٹرانسپورٹرز سے رابطہ کرنا 4) پریس کانفرنسز کرنا 5 میڈیا سے روابط رکھنا

تحریک منہاج القرآن

1) مذہبی تنظیمات، مدارس، علماء، مشائخ عظام، میلاد کمیٹیز اور دیگر فلاحی اور سماجی تنظیمات سے روابط رکھنا اور انہیں انقلابی جدوجہد میں عملی طور پر شریک کرنا۔

2 تشہیر: بینرز، ہورڈنگ، فلیکس، پوسٹر، ہینڈبل، وال چاکنگ کروانا اور مقامی اخبارات میں سپیشل ایڈیشن پرنٹ کروانا

MYL اور MSM کے ذمہ امور

1) ڈسپلن، نظم وضبط، کرائسس مینجمنٹ، ٹاسک فورس، سیکیورٹی اور دیگر تفویض کردہ اہم امور کو انجام دینا۔

2) اپنی بالائی سطح کی قیادت سے ملنے والے افرادی قوت کے ٹارگٹ کے حصول کو یقینی بنانا۔

MWL کے ذمہ امور

1) خواتین کے لئے کام کرنے والی مختلف تنظیمات اور NGOs سے روابط رکھنا اور انہیں انقلابی جدوجہد میں شریک کرنا

2) اپنی بالائی سطح کی قیادت سے ملنے والے افرادی قوت کے ٹارگٹ کے حصول کو یقینی بنانا۔

خصوصی ہدایات بسلسلہ امن، نظم وضبط

پاکستان عوامی تحریک کی جدوجہد ہمیشہ پرامن رہی ہے اور امن ہی ہماری طاقت ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن لاہور کے بعد ہمارے کارکنوں کے جذبات یقیناً مشتعل ہیں اور پولیس کی دہشت گردی پر ان کا غم وغصہ بھی بے جا نہیں لیکن اس کے باوجود ہم نے مرحلہ انقلاب میں امن کے دامن کو کسی صورت میں نہیں چھوڑنا۔

حکومت اور انقلاب مخالف دیگر قوتوں کی یقیناً یہ کوشش ہوگی کہ یوم انقلاب میں وہ اپنے غنڈوں اور ٹاؤٹوں کو ہماری صفوں میں گھسا کر پر تشدد کاروائیاں کریں اور اس کا الزام ہمارے کارکنوں پر لگا دیا جائے۔ لہذا اس پس منظر میں یوم انقلاب کے حوالے سے جہاں آپ افرادی قوت کی تیاری میں مصروف ہیں اور لوگوں کی بڑی تعداد کو یوم انقلاب کے لئے تیار کر رہے ہیں وہاں ساتھ ساتھ درج ذیل ہدایات بھی جملہ شرکاء اور عوام تک پہنچائیں۔

1) لانگ مارچ 2013ء کی طرح ہم نے ہر حال میں پرامن رہنا ہے۔ اس بات کا اہتمام کرنا ہے کہ کوئی پتہ بھی نہ ٹوٹے، کوئی گملہ بھی نہ ٹوٹے۔

2) یوم انقلاب میں دوران سفر، اجتماع اور جلوسوں کے دوران کسی بھی فوجی سرکاری یا پبلک املاک کو کسی بھی صورت میں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

3) مرحلہ انقلاب میں شریک جملہ افراد کو کسی بھی صورت میں کسی قسم کا اسلحہ ساتھ لانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ لائسنس یافتہ ذاتی اسلحہ بھی ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ یہ ہدایات جملہ شرکاء تک ہر حال میں مکمل وضاحت کے ساتھ پہنچا دی جائیں۔

4) مرحلہ انقلاب میں جملہ شرکاء یونین کونسل کی صورت میں منظّم ومجتمع رہیں تاکہ کوئی شر پسند آپ میں شامل نہ ہو سکے۔

5) ہر قسم کے گھیراؤ جلاؤ یا دیگر کسی ایسی سرگرمی کی کسی صورت میں اجازت نہیں ہوگی۔

اس سلسلے میں آپ کو مزید ہدایات پہنچا دی جائیں گی مگر درج بالا ہدایات ہر حال میں جملہ شرکاء تک فورا پہنچانے کا اہتمام کریں، تاکہ ہماری جدوجہد پہلے کی طرح ہر حال میں پرامن رہے۔

منجانب: (ڈاکٹر رحیق احمد عباسی) — صدر پاکستان عوامی تحریک

(شیخ زاہد فیاض) — ناظم اعلیٰ (تنظیمات)

آپریشن ضرب عضب (ضرب حق) کی حمایت میں
پاکستان عوامی تحریک کی ملک گیر ریلیز

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ہدایت پر پاک فوج کے ساتھ اظہار یکجہتی کیلئے رمضان المبارک کے چاروں جمعۃ المبارک پر ملک گیر ریلیاں نکالی گئیں۔ ملک بھر کے بڑے شہروں میں پاکستان عوامی تحریک کی ریلیوں میں ہر جگہ ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ ان ریلیوں کا مقصد پوری قوم کی طرف سے فوج کو نظریاتی، سیاسی، اخلاقی حمایت فراہم کرنا تھا۔ پاک فوج سے اظہار یکجہتی کے طور پر چھوٹے بڑے شہروں حتیٰ کہ یونین کونسلز کی سطح تک شام کے وقت پرامن ریلیاں نکالی گئیں۔ رمضان المبارک میں ریلیوں کے اختتام پر شہروں کے چوکوں میں عوامی افطاری کا بھی اہتمام کیا گیا جس کے لئے تاجر اور دوکاندار حضرات نے دسترخوان لگائے اور پاک فوج سے اظہار یکجہتی کر کے ملی فریضہ ادا کیا۔

ان ریلیز میں شریک مظاہرین نے پاک افواج کے دہشت گردی کے خلاف آپریشن کے حق میں اور دہشت گردوں کے خلاف نعرے لگائے۔ مظاہرین نے کتبے، بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر پاک فوج کے حق میں نعرے درج تھے۔ ریلی کی قیادت مرکزی، صوبائی، ڈویژنلی، ضلعی اور تحصیلی عہدیداران پاکستان عوامی تحریک نے کی۔

ان ملک گیر ریلیز سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ آپریشن ضرب عضب میں افواج پاکستان کے ساتھ اظہار یکجہتی کرنا ہر پاکستانی کا قومی فریضہ ہے۔ افواج پاکستان ملکی امن کی بحالی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے میں حکومت ناکام ہوئی۔ پاکستان عوامی تحریک کا ہر کارکن افواج پاکستان کے ساتھ کھڑا ہے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری امن کے سفیر ہیں انہوں نے دہشت گردی کے خلاف سب سے پہلے آواز اٹھائی اور افواج پاکستان کے ساتھ اظہار یکجہتی کرنے میں بھی پہل کی۔ ہر پاکستانی آپریشن کی حمایت میں افواج پاکستان کے ساتھ ہے اب دہشت گردوں کیلئے پاک دھرتی میں کوئی جگہ نہیں۔ افواج پاکستان قوم کا فخر ہیں اور آج دہشت گردی کے خلاف آپریشن پوری قوم کے دل کی آواز ہے۔

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے آپریشن ضرب عضب کو ضرب حق قرار دیتے ہوئے کہا آپریشن کا فیصلہ فوج کا بر وقت فیصلہ ہے ورنہ حکومت تو مذاکرات کے نام پر دہشت گردوں کو تحفظ دے رہی تھی۔ ملک مشکل حالات سے گزر رہا ہے۔ سخت موسم میں پاک فوج کے جوان دہشت گردی کے خلاف آپریشن کر کے عظیم فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ قوم کا بچہ بچہ پاک فوج کے ساتھ ہے۔ دہشت گردی کے خاتمے تک جدوجہد کرنا ہو گی۔ پاکستان کے دفاع اور سلامتی کیلئے فوج انتہائی اہم جنگ لڑ رہی ہے۔ قوم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ بھرپور طریقے سے پاک فوج کا ساتھ دے اور اتحاد و یگانگت قائم رکھے۔ انتشار پھیلانے والوں سے ہوشیار رہے۔ پاک فوج ہمیشہ سے خارجی اور داخلی محاذ پر ریاست پاکستان کی محافظ رہی ہے۔ شمالی وزیرستان میں پاک فوج کے اس آپریشن کو پاکستانی کی سلامتی، استحکام اور دفاع کیلئے عظیم جہاد قرار دیتا ہوں۔ اس جہاد کی حمایت شرعی طور پر پوری قوم پر فرض ہو چکی ہے۔

متاثرین وزیرستان کیلئے منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے امدادی راشن پیکج

رپورٹ ۔ خرم شہزاد۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹر MWF

وزیرستان میں طالبان اور دہشت گردوں کے خلاف پاک فوج کے آپریشن ضربِ عضب کے نتیجے میں وزیرستان کے لاکھوں مکین نقل مکانی کر کے اپنا گھر بار، مال و اسباب چھوڑ کر نہایت کسمپرسی کی حالت میں خیبر پختونخواہ میں مختلف مقامات پر خیمہ زن ہیں۔ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ان متاثرین کو بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لئے 25 ہزار خاندانوں کیلئے راشن پیکج کا اعلان کیا۔ اس راشن پیکج کی تیاری کیلئے ڈائریکٹر ویلفیئر محترم سید امجد علی شاہ کی سربراہی میں سینئر عہدیداران نے اہم کردار ادا کیا۔ بعد ازاں 8 جولائی کو 12 ہزار خاندانوں کیلئے امدادی سامان کی پہلی کھیپ 14 ٹرکوں پر روانہ کی گئی۔ اس پیکج میں آٹا، چاول، دالیں، چینی، نمک، ادویات، پانی، مرچ، کھجوریں اور گھی وغیرہ شامل تھا۔متاثرین وزیرستان (IDPS) کیلئے 12 ہزار خوراک کے پیکٹ پر مبنی 14 ٹرکوں کے اس قافلے کو قائد انقلاب ڈاکٹر طاہرالقادری اور محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے دعاؤں کے ساتھ روانہ کیا۔

اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے قائد انقلاب نے کہا کہ پاکستان عوامی تحریک حسب روایات مشکل کی اس گھڑی میں پاک فوج اور متاثرین کے شانہ بشانہ کھڑی ہے۔ افواج پاکستان کی قربانیاں قوم کے ماتھے کا جھومر ہیں اور فوج پوری قوم کا فخر ہے۔ آپریشن کے دوران مذاکرات کی بات کرنے والے فتنہ و فساد پھیلانا چاہتے ہیں۔ قوم پہچان لے آپریشن کے دوران مذاکرات کی بات کرنے والے ملک و قوم کے خیر خواہ نہیں ہیں۔ ملک سے انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کیلئے فوج کا کردار سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔ ملک کو دہشت گردی کی لعنت سے نجات دلانے کیلئے IDP,s کی قربانیاں بھی یاد رکھی جائیں گی۔ انہوں نے اپنا گھر بار چھوڑا ہے انہیں ہرگز بے سہارا نہیں چھوڑا جائے گا۔ بہت جلد وقت آنے والا ہے، جب ملک امن کا گہوارہ بن جائے گا۔

ناظمِ اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈا پور، صدر PAT محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، ڈائریکٹر MWF سید امجد علی شاہ، اسسٹنٹ ڈائریکٹر خرم شہزاد، دیگر مرکزی قائدین اور 26 رضا کاران اس امدادی قافلہ کے ہمراہ IDP's کے کیمپ بنوں پہنچے۔ اس موقع پر فضل شہید پارک بنوں میں خصوصی تقریب رکھی گئی جہاں محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، محترم خرم نواز گنڈا پور اور محترم سید امجد علی شاہ نے متاثرین کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کی اور قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا پیغام متاثرین تک پہنچایا۔ اس موقع پر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

شمالی وزیرستان کے متاثرین کی مدد کرنا ہمارا دینی، قومی و ملی فریضہ ہے۔ حکمرانوں کے پاس جنگلہ بس سروس اپنی عیاشیوں اور دیگر شاہ خرچیوں کیلئے تو اربوں کھربوں کے فنڈز ہیں لیکن متاثرین وزیرستان کیلئے کچھ نہیں ہے۔ حکومت وزیرستان کے متاثرین کے معاملے میں مجرمانہ غفلت کی ذمہ دار ہے۔ پاکستان عوامی تحریک، تحریک منہاج القرآن اور منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے رضا کار بلاامتیاز رنگ و نسل و جنس و مذہب وزیرستان کے متاثرین کی خدمت کیلئے کوشاں ہیں۔ آئین پاکستان میں ریاست اور حکومت کی اپنے عوام کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کی ذمہ داریاں واضح درج ہیں لیکن شمالی وزیرستان کے مظلوم عوام کو انکے بنیادی آئینی حقوق کی فراہمی میں حکومت ناکام ہو چکی ہے۔ غذائی قلت اور شدید گرم

موسم کی وجہ سے ہزاروں لوگ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ 18 کروڑ سے زائد آبادی کا ملک خوراک کے معاملے میں پوری طرح خود کفیل ہے۔ اس کے باوجود کرپٹ سیاسی نظام اور نا اہل سیاستدانوں نے مظلوم پاکستانیوں کے حق پر ڈاکہ ڈال رکھا ہے۔

موجودہ حکمرانوں کی منافقت اور دہشت گردوں سے مذاکرات کے ڈرامے سے لاتعداد معصوم شہریوں کی شہادتیں ہوئی ہیں اور لاکھوں لوگ بے گھر ہو گئے ہیں جس کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ آپریشن ضرب عضب بہت پہلے شروع ہو جانا چاہیے تھا۔ آرمی چیف کے اس بیان کو پوری قوم سراہتی ہے کہ ''دہشت گردوں کا ملک بھر میں پیچھا کر کے انکا صفایا کیا جائے گا''۔ ساری قوم اپنی جرات مند اور دلیر فوج کے ساتھ کھڑی ہے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری کی ہدایت پر کروڑوں روپے مالیت کی امداد کو پہلے فیز میں متاثرین میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور یہ سلسلہ متاثرین کی بحالی تک جاری رہے گا۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے تحت ماہر ڈاکٹر ز پر مشتمل میڈیکل کیمپ بھی متاثرین وزیرستان کیلئے لگائے جائیں گے۔ جلد ہی اس منصوبے کو شروع کرنے کیلئے عملی اقدامات کئے جائیں گے۔ پاکستان عوامی تحریک نے مظلوم عوام کی مدد حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں اپنا قومی وملی فریضہ سمجھتے ہوئے کی ہے۔

یہ امدادی سامان بنوں میں داخل ہوتے ہوئے تاجے کلے، فضل شہید پارک، کرکٹ سٹیڈیم اور دیگر مقامات پر متاثرین میں تقسیم کیا گیا۔ کرکٹ اسٹیڈیم بنوں میں دس عدد ٹرک پاک فوج کے حوالے کئے گئے۔ اس موقع پر مرکزی قائدین کے علاوہ اسسٹنٹ کمشنر اور تحصیل دار بنوں بھی موجود تھے۔ پاک فوج کی طرف سے محترم میجر بلال نے یہ ٹرک وصول کر کے منہاج القران کا شکریہ ادا کیا اور اس آزمائش کی گھڑی میں MWF کے کردار کو سراہا۔

انقلابی قیادتیں

نظر میں گہرائی نہ ہونے سے قدرت کا عام طریقہ کار بھی معجزہ معلوم ہوتا ہے۔ دنیا والے ظاہر کے خوگر، باطن سے بے بہرہ بیت المقدس میں سقائی کرنے والے کو کیا پہچانتے۔ گلستان و بوستان کے مصنف نے سالہا سال تک اس مقدس مقام میں سقائی کی۔ سعدی شیرازی ظاہر میں سقا لیکن باطن میں سرچشمہ علم و ادب تھا۔ اگر اس وقت بیت المقدس کے لوگوں سے کوئی اہل باطن آکر یہ کہتا کہ تمہاری بستی کا یہ سقا دنیائے ادب کا ماہتاب ہے اور قدرت نے اس کو حیات جاوداں عنایت کی ہے تو لوگ اس پیشگوئی کرنے والے کو دیوانہ بتاتے۔ گلیوں میں رہنے والے، بوسیدہ لباس میں ملبوس، زمین پر ہاتھ کا تکیہ لگا کر سونے والے دنیا کی نظر میں گرد راہ، اگر کچھ عرصے کے بعد خورشید بن کر چمکیں تو ظاہر میں اس کو کیوں قدرت کا معجزہ اور تقدیر کا کرشمہ کہہ کر نہ پکاریں لیکن دنیا والوں کو یہ معلوم نہیں کہ جسمانی دنیا کے ساتھ ساتھ ایک معنوی دنیا بھی ہے۔ جہاں چہرے کے رنگ و روپ اور لباس کی خوش پوشی سے انسان نہیں پرکھا جاتا بلکہ تدبیر و تفکر، یقین محکم و عمل پیہم، شجاعت و استغنا اس باطنی دنیا میں اس انسان کا مقام مقرر کرتے ہیں اور ظاہری دنیا اس معنوی دنیا کا عکس ہوتی ہے۔ چونکہ عام نظر معنوی اہلیتوں کو نہیں دیکھتی اس لئے جب کبھی معنوی اہلیتیں رکھنے والے بظاہر بدحال دنیاوی رفعت پر پہنچتے ہیں، اس وقت عوام اس کو تقدیر کا کرشمہ کہنے لگتے ہیں حالانکہ دراصل وہ تقدیر کے کرشمے کے ساتھ ساتھ پوشیدہ اہلیتوں کا اعجاز ہوتا ہے۔ انسان میں قدرت نے وہ باطنی اہلیتیں رکھی ہیں جس سے کام لے کر وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

عرس مبارک

فرید ملت رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ڈاکٹر **فرید الدین** قادری

مورخہ 16 شوال المکرم ۱۴۳۵ھ

بمقام دار العلوم فریدیہ قادریہ ملحقہ دربارِ فرید ملتؒ بستی لوہلے شاہ جھنگ صدر

پروگرام

- قرآن خوانی: بعد نمازِ فجر تا ظہر
- غسل دربار شریف: بعد نمازِ ظہر
- رسم چادر پوشی: بعد نمازِ عصر
- محفل ذکر مصطفیٰ ﷺ: بعد نمازِ مغرب
- خصوصی خطاب: بعد نمازِ عشاء

ملک بھر سے قراء و نعت خواں حضرات اور علماء و مشائخ خصوصی شرکت فرمائیں گے

الداعی الی الخیر
محمد صبغت اللہ قادری سجادہ نشین دربارِ فرید ملتؒ و انتظامیہ دار العلوم فریدیہ قادریہ

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
LAHORE
Regd CPL No.41

سانحہ ماڈل ٹاؤن: پاکستان عوامی تحریک کا ملک گیر احتجاج